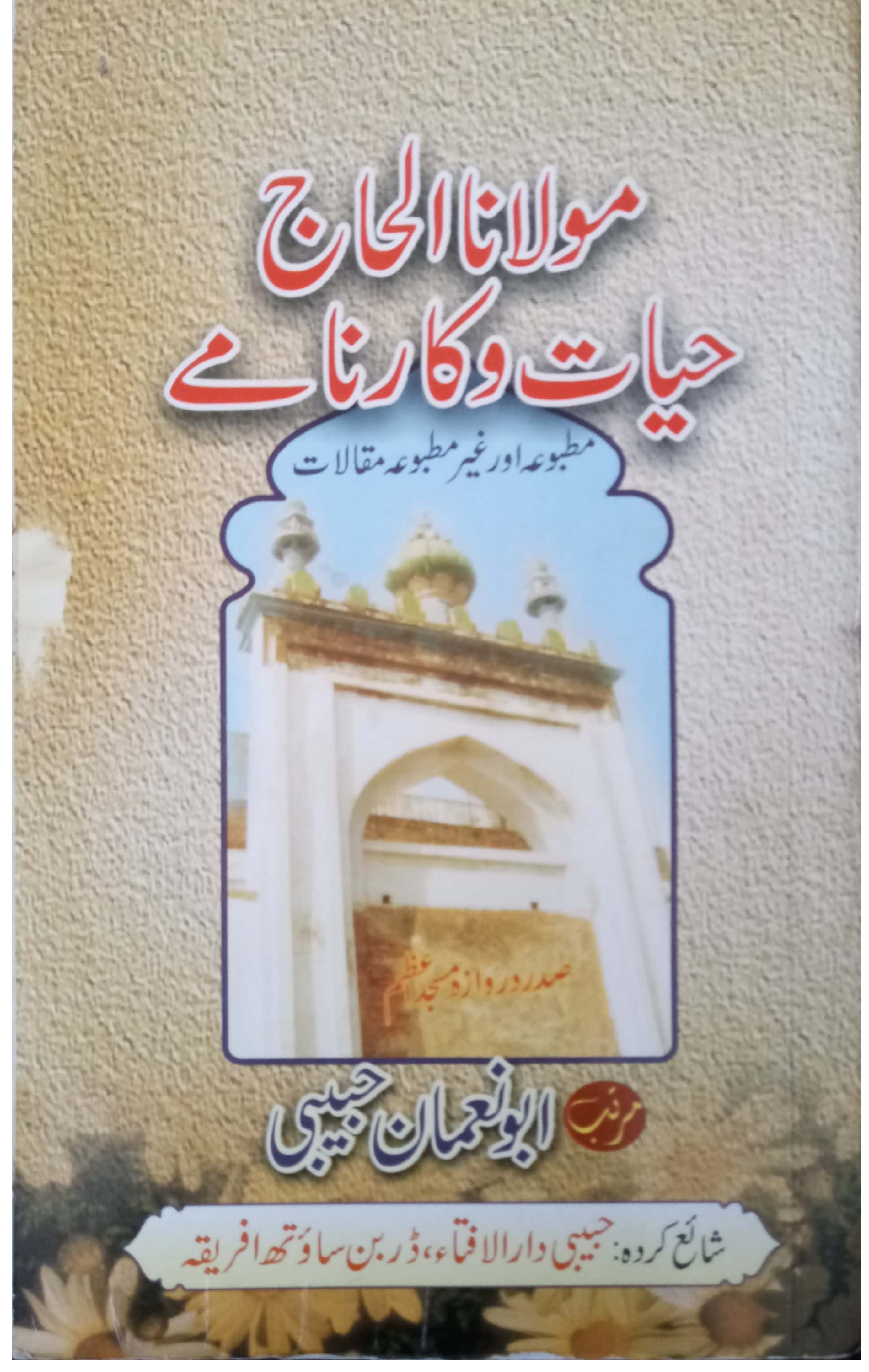


Scanned with CamScanner

مولانا الحاج
حیات و کارنامے

مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مقالات

مرتب

ابو نعمان حبیبی

شائع کردہ: حبیبی دار الافتاء، ڈربن ساؤتھ افریقہ

نام کتاب	:	مولانا الحاج-حیات وکارنامے
مرتب	:	ابونعمان حبیبی
سن اشاعت	:	۲۰۱۰ء
تعداد	:	۱۰۰۰
طباعت	:	شارپ ٹریک کمپیوٹرز،الہ آباد
سرورق	:	شاداب مسیح الزماں
ہدیہ	:	احباب اور بزرگوں کی دعائیں

ملنے کے پتے

۱۔ڈاکٹرصغیرحسن خاں، مدرسہ نجیب العلوم گیانپور بھدوہی

۲۔عتیق احمد حبیبی، جامعہ حبیبیہ مسجد اعظم الہ آباد

۳۔حاجی محمد فہیم اشرف خاں، خانٹولی ریول گنج چھپرہ

۴۔عبدالرؤف صاحب صدیقی شانتا کروز بمبئی

۵۔فیاض العلوم پکسرانوان رائے بریلی

۶۔حافظ اسرار صاحب حبیبی نواب یوسف مسجد سول لائن الہ آباد

۷۔نظیر احمد حبیبی عظیم اسٹور، بی۔ایچ روڈ بھدراوتی، کرناٹک

۸۔مولانا محمد صدرالحق حبیبی انوار العلوم ھٹیا بہادرگنج الہ آباد

۹۔قاری وسیم اشرف خاں، لسوٹو

انتساب

حضرت مولانا الحاج علیہ الرحمتہ کی پہلی رفیقۂ حیات محترمہ عظیم النساء خانم علیھا الرحمتہ کے نام جن کی رحلت الہ آباد میں اُس وقت ہوئی جب حضرت مولانا الحاج علیہ الرحمتہ مسجد اعظم کی بازیابی کے مقدمات میں خودفراموشی کی حدتک مصروف تھے۔ مرحومہ اپنے دو نونہالوں مولانا شمیم اشرف ازہری اور مولانا نسیم اشرف حبیبی کو نہایت کم سنی میں اپنی والدۂ محترمہ حسینہ خاتون کے حوالہ کرکے اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ نانی مرحومہ نے اپنی اکلوتی بیٹی کی دونوں یادگاروں کو عمر کے آخری حصہ تک سینے سے لگائے رکھا۔

اللہ کی بے شمار رحمتیں ہوں دونوں کی پاک روحوں پر

بیخود نے حسن وعشق کے حق کردیئے ادا
خود کو نثار جلوۂ جانانہ کر دیا

(ابونعمان حبیبی)

پیش لفظ

علامہ الحاج شمیم اشرف صاحب ازہری خطیب ماریشس

خلف اکبر مولانا الحاج علیہ الرحمۃ

والد ماجد حضرت مولانا الحاج محمد نعیم اللہ خاں علیہ الرحمہ کی زندگی دیکھنے میں جس قدر سادہ اور بے تکلف تھی حقیقت میں اس سے زیادہ پہلو دار خاموش سمندر کی طرح ضبط اور برداشت کی قوت پٹھان ہونے کے باوجود مثالی تھی۔

اپنی تعلیم کے سلسلہ میں مجھے ان سے دور رہنا پڑتا تھا۔ پھر بھی ان کی تربیتی گرفت لمحہ لمحہ کا احتساب کرتی رہتی تھی۔ جس کا فائدہ اور فیضان آج تک جاری ہے۔ اب آزاد رہنے کے باوجود ان کی تعلیم و تربیت، شفقت و محبت کا رنگ نہ صرف میرے بلکہ میرے پورے خاندان کا ہمیشہ احاطہ کئے رہتی ہے۔ اسی سے میری شخصیت میں نکھار آیا اور دینی خدمات کا دائرہ وسیع سے وسیع ہوتا رہا جس طرح انھوں نے تکلف، تصنع، تفاخر سے ہمارے دلوں میں نفرت پیدا کر دی تھی آج اس کے جلوے دیکھ کر ہم اپنے آپ کو ماحول سے ممتاز پاتے ہیں۔

ہم دونوں بھائیوں یعنی راقم الحروف اور عزیزم نسیم اشرف سلمہ کو ان کی سیرت و شخصیت سے جو برکات حاصل ہوئیں۔ اس نے مادّی وراثت سے بے نیاز کر دیا۔ یہی ہمارا قابل فخر ترکہ ہے، فللہ الحمد۔

عزیزی ابو نعمان سلمہ نے نہایت محنت اور دلچسپی سے تلاش و جستجو کر کے

عزیزی ابونعمان سلمہ نے نہایت محنت اور دلچسپی سے تلاش وجستجو کر کے حضرت والد ماجد کی حیات و خدمات پر یہ کتاب مرتب کر کے نہ صرف حق فرزندی ادا کیا بلکہ پڑھنے والوں کیلئے سیرت وشخصیت کی تعمیر کا سامان بھی فراہم کر دیا۔ جو اس قحط الرجال کے دور میں ایک مثالی کارنامہ ہے۔ یہ نہ کوئی وقائع نگاری کا مرقع ہے نہ سیرت وشخصیت کا مکمل تاریخی جائزہ بلکہ یہ صرف تاثرات ہیں جو ذاتی معلومات اور ذہن وخیال میں محفوظ حالات واقعات کا مجموعہ ہے جو سن اور تاریخ کی قید سے بے نیاز ہو کر قلم بند کیا گیا ہے۔

رفتہ رفتہ پرانے لوگ اٹھتے جاتے ہیں اور نئی نسل پرکھوں اور اپنے محسنوں کو فراموش کرتی جارہی ہے اس لئیے بھی ضروری ہے کہ مسجد اعظم اور جامعہ حبیبیہ کو دیکھنے والے مولانا الحاج کو یاد رکھیں جن کے خون اور پسینے کی بوندیں وہاں کی درو دیوار پر تازہ اور درخشاں ہیں سرکار مجاہد ملت علیہ الرحمتہ سے عشق ووفا کی داستانیں دہرائی جاتی رہینگی اور اس باب میں مولانا الحاج کا نام اول بھی آئیگا اور آخر بھی۔ جو زبان حال سے یہ کہتے رہے

منم وہمیں تمنا کہ بوقت جاں سپردن
برخ تو دیدہ باشم تو درونِ دیدہ باشی

دعا ہے کہ ابونعمان سلمہ کے علم وقلم کا سلسلہ جاری رہے دین ومسلک کی خدمت ہوتی رہے۔ اور مولانا الحاج علیہ الرحمتہ کیلئے رفع درجات کا ذریعہ بنتی رہے۔

☆☆☆

منقبت

درشان حضرت الحاج مولانا محمد نعیم اللہ خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان

ازلسان العصر حضرت علامہ الحاج مفتی محمد عاشق الرحمٰن صاحب قبلہ خمار حبیبی قادری

آج الحاج کا سا جسکا جگر ہو جائے
خار اس کے لیئے مثل گل تر ہو جائے

نا خدائی تھی خدانے اسے بخشی ایسی
فکر اس کو نہیں ساحل جو بھنور ہو جائے

اس کو اک فکر یہی تھی کہ کروں ایسا کچھ
مجھ سے راضی وہ شہ دھام نگر ہو جائے

جس سے تعمیر میری مسجد اعظم ہوگی
فکر تھی اس کو کہ حاصل وہ ہنر ہو جائے

بھاگتا پھرتا تھا اس مدرسے کی خاطر
دشت پر خار میں بھی کیوں نہ گذر ہو جائے

روح الحاج یہی کہتی ہے سن لو سن لو
تو نہ دنیا کا سگ دست نگر ہو جائے

یاد الحاج کریں آؤ خمار آجاؤ
یاد میں اسکی یہ ایک رات بسر ہو جائے

☆☆☆

منقبت

درشان مجاہد جلیل علامہ الحاج **نعیم اللہ خاں** صاحب چھپروی

تلمیذ رشید وخلیفہ جلیل سرکار مجاہد ملت،

سابق نائب ناظم جامعہ حبیبیہ وسابق معتمد انجمن مسجد اعظم الہ آباد (قدس سرہما)

از خمار قادری

عمل کی انجمن میں تم تھے شمع انجمن الحاج
جہاد نفس کے گلشن میں تم تھے یاسمن الحاج

لگا دی زندگی کی تم نے بازی دین کی خاطر
پکارا دور نے گھبرا کے دور پر فتن الحاج

تمہاری زندگی کھیلوں ہی میں گزری ہے سچ لیکن
کھلونے کیا تھے زنجیر قفس دار و رسن الحاج

ادھر تھے عزم محکم اور ادھر تھی کوشش پیہم
ہلا دیتا تمہیں ممکن نہ تھا کوہِ محن الحاج

ہمارے درمیاں تم آج بھی ہو ورنہ کیا جیتے
سراپا زندگی ہوتی اگر زیر کفن الحاج

ملیگا کون اب حضرت کو تم سا کون ایسا ہے
بڑھے جو آگے اور آواز آتی ہو بزن الحاج

☆☆☆

الحاج

بیکل اتساہی
بلرام پوری

جس کو کہتی تھی دنیا کی ہر زباں

افسوس ایک حامی ملت چلا گیا
اس دور کو تھی جس کی ضرورت چلا گیا

نازاں تھی جس پہ سارے زمانہ کی زندگی
وہ اعتبار حسن محبت چلا گیا

الحاج جسکو کہتی تھی دنیا کی ہر زباں
یعنی فدائے نور رسالت چلا گیا

خلد بریں سے آئی صدائے خوش آمدید
دنیا میں غل ہے صاحب حکمت چلا گیا

شان حبیب مرد مجاہد کہیں جسے
بیکؔل وہ جاں نثارِ صداقت چلا گیا

☆☆☆

منقبت

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد یونس صاحب نظامی

عظیم اللہ خاں حامیٔ سنت

غلامِ غلامانِ شاہ رسالت

اسیر حبیب و غلام محبت

سراپا ارادت مجسم عقیدت

مجاہد مناظر مبلغ شریعت

ہمہ وقت او مستعد بر خدمت

خلوصِ مجسم ہمہ تن مروّت

ز دنیا بہ فردوس چوں کرد رحلت

شب پنج ذیقعد بعد ہشت ساعت

بذکر خدا مصطفیٰ شد برخصت

زمسجد رواں شد بدوش اہل سنت

بیوم الاحد خفت در کنج تربت

یکے ناظم مسجد و جامعہ

یکے عالم راز وار حقیقت

ندا ہاتف غیب آمد نظامی

سن عیسویں زد بہ آغوش رحمت

☆☆☆

منظوم خراج عقیدت

سنا ہے سنیت کا کوئی پاسباں گذر گیا
وہ جامعہ حبیبیہ کا نگہباں گذر گیا

شمیم بھی نسیم بھی ہیں گلشن حبیب میں
اداس اداس ہیں مگر باغباں گذر گیا

خدا ہی جانے حالِ دل جو لائی یہ خبر صبا
مجاہد جلیل وہ نعیم خاں گذر گیا

فرشتے صف بصف جنازۂ نعیم تک چلے
کہ نائب حبیب رب وہ جہاں گذر گیا

اساتذہ بہ چشم تم تلامذہ بہ حزن دل
یہ کہہ رہے ہیں آج فخر عالماں گذر گیا

دکھائی رضویت کی خوسونگھائی سنیت کی بو
مگر صد آہ آج شان گلستاں گذر گیا

نہ جانے کتنی آرزوؤں کو سسکتا چھوڑ کر
یہ تیرہ سو بیاسی کر کے نیم جاں گذر گیا

سنی خبر جو موت کی تیری اے نیک جاں تو آہ
صدائے قلب راہبر تھی مہرباں گذر گیا

حضرت مولانا عبدالجبار خاں رہبر اعظمی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صوبہء بہار کے مشہور شہر ''چھپرہ'' سے تقریباً چھ میل کی دوری پر دریائے گھاگرا کے کنارے ''ریول گنج'' کا تاریخی قصبہ ہے۔ برطانوی عہد میں ایک فوجی جنرل مسٹر ریول (Mr. Revel) وہاں دفن کیا گیا' جسکی قبر اب بھی وہاں موجود ہے اور جسکے گرد ایک چھوٹا سا پارک بھی بنا ہوا ہے۔ پھر یہی قصبہ کا نام یعنی ''ریول گنج'' بن گیا۔ مغل دور کی فتوحات کے دوران یہ علاقہ عالمگیر کی افواج کے سالاروں اور سپاہیوں کو جاگیر میں ملا اور ریول گنج میں دریائے گھاگرا کے بالکل کنارے مسلم جاگیرداروں اور زمینداروں کا ایک محلّہ جس میں پٹھانوں کی آبادی تھی اسکا نام ہی ''خان ٹولی'' ہوگیا۔ اسی خان ٹولی میں مولانا الحاج کی ولادت ڈیوڑھی رحیم خان میں حبیب اللہ خان کے گھر ۱۹۱۵ء میں ہوئی۔ نہایت وجیہ تنومند و شکیل دلکش اور بارعب چہرہ چوڑی پیشانی' ستوان ناک' سارے خاندان کی توجہ کا مرکز' ناز و نعم میں پلتے رہے۔ آرام و آسائش کا ہر سامان فراہم' نوکروں چاکروں کی ریل پیل' ہر دن مرادوں بھرا' ہر رات ارمانوں سے سجی' چشم فلک سے شاید نہ دیکھا گیا۔ اچانک گردش دوراں نے رنگ بدلا اور تین ماہ کے ''نعیم بابو'' یتیم ہوگئے۔ والد ماجد جناب حبیب اللہ خان صاحب رحلت فرما گئے۔ مگر والدہ ماجدہ بی بی زینب پٹھان زادی صبر و استقامت کا پیکر مجسم بن کر مرحوم باپ اور شفیق ماں کا دوہرا فریضہ ادا کرنے لگیں۔ گھر کی چہار دیواری میں رہ کر ''نعیم بابو'' اور بڑے بھائی ''عظیم بابو'' کی پرورش و تربیت نیز زمینداری

کے کاروبار کی نگرانی بھی فرماتی رہیں۔ جائداد کا حساب وکتاب' کارندوں پر کڑی نظر' یہ سب ہوتا رہا مگر کسی غیر محرم نے ان کی انگلیاں تک نہ دیکھیں۔ ایسی عظیم ماں کی کوکھ سے عظیم فرزند مولانا الحاج پیدا ہوئے۔

اقبال نے کہا ؎ بتولے شوتا شبیرے شود پیدا۔

ڈیوڑھی کی قدیم عمارت راقم الحروف نے پورے ہوش وحواس کے عالم میں جب دیکھی تھی اس وقت بھی اپنی خستگی و کہنگی کے باوجد رئیسانہ طرز کی عمارت کشادہ برآمدے' لکڑی کے سیاہ خوبصورت نقش ونگار والے کھمبے' کھپریل کی اونچی چھتیں صدر دروازہ کافی اونچا اور کشادہ' سیڑھیاں چڑھ کر دروازہ تک پہنچنا ہوتا پھر باغیچے سے گذر کر مرکزی مکان ملتا تھا۔ باغیچے کی راہ داری مسجد کی دیوار سے بالکل متصل تھی۔ باغیچے میں امرود' انار اور شریفہ کے درخت اور بیلا کی شاخیں ہر طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ زنانخانہ اور مردانہ الگ الگ' مہمانوں کیلئے سامنے کا دالان جسکے دو دروازے دریا کے رُخ پر برآمدے میں کھلتے تھے۔ اندرونی حصہ میں کشادہ آنگن جسکی ایک طرف چھوٹا کنواں' مکان سے بالکل متصل چھوٹی سی مسجد' صحن اور برآمدے کیساتھ پختہ فرش چھت خام' صحن کے باہر وضو کیلئے کنواں' لاہوری اینٹ کی چہار دیواری' مسجد کی کرسی خاصی اونچی تھی' باہر ایک طرف گھاگھر اندی بہتی تھی اور تین طرف سرسبز وشاداب کھیت لہلہاتے تھے۔ جو عظیم بابو اور نعیم بابو کی ملکیت تھے۔ پڑوس میں دوسرے چھوٹے بڑے ہندوؤں اور مسلمانوں کے مکان نعیم بابو نے اس ماحول میں آنکھ کھولی' ہوش سنبھالا تو سب

کچھ میسر تھا، شفقتوں، محبتوں کی چاندنی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ اچانک طوفان آیا اور مامتا کا آنچل بے رحم ہواؤں نے ان کے سر سے کھینچ لیا۔ والدہ ماجدہ رحلت فرما گئیں۔ جنھوں نے جوانی میں بیوگی کا صدمہ اُٹھانے کے بعد بھی نہایت پروقار طریقہ سے حالات کا مقابلہ کیا۔ نہ کہیں جھکیں نہ کبھی کسی سے مدد مانگی، بلکہ خود خاندان کے ضرورتمندوں کی مدد فرماتی رہیں۔ محلّہ کے ہندوؤں، غریبوں، آنے جانے والے مہمانوں کیلئے ان کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا، اقربا نوازی، غرباء پروری ان کا مزاج تھا۔ محلّہ میں چند گھر زمینداروں کے تھے۔ باقی دھوبی، درزی، گوالے، سبزی فروش وغیرہ پیشہ ور قوم کے لوگ آباد تھے۔ جو انکی رعیت کہلاتے تھے۔

مولانا الحاج اپنے آغاز سے ہی زمینداری کے کاروبار میں دلچسپی نہ رکھتے تھے۔ والدہ کے بعد بڑے بھائی عظیم بابو نے انتظام سنبھالا اور نعیم بابو مستقبل کے مولانا الحاج کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کیلئے باہر بھیجدیا جبکہ ابتدائی تعلیم ''مدرسہ حمیدیہ ریول گنج''میں حاصل کر چکے تھے۔ زمینداری، جائداد، مقدمہ بازی، علاقے کے زمیندار، خاندانوں کی باہمی چپقلش، وراثت کے جھگڑے، پٹھان خاندانوں کا تفریحی مشغلہ تھا۔ مگر عظیم بابو اور نعیم بابو دونوں بھائی ان سب سے الگ اپنے بزرگوں کی شاندار دینی اور اخلاقی روایات پر قائم رہے۔ یہانتک کہ دونوں بھائیوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم بھی نہیں ہوئی تھی۔ کاغذات پر دونوں بھائیوں کے نام ساتھ ساتھ بحیثیت مالک کے پائے گئے۔ یہ برکت تھی ان کی

والدہ محترمہ کی فیاض طبیعت، تقدیر پر پختہ ایمان، خدا کے یہاں جوابدہی کے احساس کی جوانھوں نے اپنے دونوں نونہالوں کی رگ وپے میں اتار دی تھیں۔ جو آگے چل کر مولانا الحاج کی طبیعت میں توکل اور استغنا کی صورت میں اجاگر ہوئیں۔ خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ نے اپنے مؤقر ماہنامہ پاسبان الہٰ آباد میں مولانا الحاج کے انتقال کے بعد ایک خصوصی تعزیتی اداریہ لکھا جسمیں ان کی خدمات کو اپنا خراج عقیدت پیش فرمایا۔ جس کا عنوان تھا ''آہ! بزم حبیب کی شمع فروزاں بجھ گئی'' لکھتے ہیں۔

''مرحوم ایک زمیندار معزز خاندان کے معزز فرد تھے۔ اپنی آنکھوں دیکھی بات ہے، ابتدائی دور میں متعدد شیروانیاں اور عمدہ عمدہ قمیصیں ان کے کمرہ میں آویزاں رہتیں، صبح وشام کی پوشاک الگ ہوتی، مگر واہ رے رنگنے والے! جب مجاہد ملت کا رنگ چڑھا تو قمیص و شیروانی سلام کر کے رخصت ہوگئی اور لنگی کرتے نے ان کی جگہ لے لی، پھر تو ایسے رنگے کہ دور سے ان پر مجاہد ملت کا گمان ہونے لگا۔ اللہ تعالیٰ انھیں غریق رحمت فرمائے، اللہ کے ایک ولی سے ان کی یہ مشابہت انکے نجات کی بہت بڑی ضمانت ہے۔''

خواہم کہ ہمیشہ در رضائے تو زیم
خاکی شوم و زیرِ پائے تو زیم

مولانا الحاج کی تعلیمی زندگی کا آغاز مدرسہ حمیدیہ ریویل گنج سے ہوا،

ابتدائی عربی، فارسی کا درجہ مکمل کر کے اعظم گڑھ یوپی گئے۔ وہاں کچھ ہی دنوں رہ کر اپنے چند رفقاءِ درس کیساتھ دار الخیر اجمیر شریف حاضر ہوئے۔ اس دور کے مایہ ناز عالم حضرت علامہ معین الدین اجمیری علیہ الرحمہ سے علم حاصل کیا اور سرکار خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کی آستاں بوسی سے حوب فیض اُٹھایا۔

مولانا الحاج کا سفر حج وزیارت

اسی درمیان ان کا مقدر جاگا اور زیارت سرور کونین ﷺ کے اسباب اللہ نے اس طرح فراہم فرمائے کہ انھیں میرٹھ حضرت علامہ احمد مختار صدیقی میرٹھی علیہ الرحمۃ کے پاس پہنچادیا۔ محلّہ مشائخان میں ان کے مدرسہ قومیہ عربیہ میں حضرت علامہ موصوف کی صحبت سے فیضاب ہوتے رہے۔ ابھی درس کا سلسلہ شروع ہوئے کچھ ہی دن ہوئے تھے کہ حضرت موصوف صدیقی علیہ الرحمۃ کا سفر آفریقہ درپیش ہوا۔ اور اس اہم سفر کیلئے انہوں نے اپنی رفاقت وخدمت کیلئے مولانا الحاج کا انتخاب فرمایا جو اس وقت تقریباً پندرہ سالہ ''نعیم اللہ'' طالبعلم تھے۔

رئیس التحریر حضرت علامہ یٰس اختر مصباحی اپنی کتاب ''امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں'' کے صفحہ ۸۷ پر امام رضا کے خلفاء کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں ''حضرت مولانا احمد مختار میرٹھی (ولادت ۱۲۹۴ھ وفات ۱۳۵۷ھ دمّن پرتگیر) سرکار اعلحضرت کے اجلّہ خلفاء میں سے ہیں۔ مدت العمر تبلیغ و

ارشاد میں گذاری۔ برصغیر ہند کے علاوہ آفریقہ، جزائرانڈونیشیا میں تبلیغی مراکز قائم کئے اور لاکھوں غیر مسلموں کو داخل اسلام فرمایا۔ برما کا سفر کیا تو وہاں ایک اسکول قائم کیا۔ مانڈلے میں اعلیٰ تعلیم کیلئے ایک درسگاہ کی بنیاد رکھی۔ ڈربن میں عورتوں کو تعلیم کی طرف متوجہ کیا۔ آفریقہ سے "الاسلام" نامی گجراتی اخبار جاری کیا۔ قومی اور ملکی معاملات سے آپکو خصوصی دلچسپی تھی ۱۹۲۰ء میں خلافت تحریک میں پر جوش حصہ لیا۔ آپ نے اور آپکے دونوں چھوٹے بھائیوں مولانا نذیر احمد خجندی اور مولانا شاہ عبدالعلیم نے ۱۹۲۱ء میں مرکزی خلافت فنڈ میں تین لاکھ کا چندہ دیا ۱۹۲۲ء میں جیل بھی گئے"۔

مولانا الحاج کا پاسپورٹ جو اس افریقی سفر کیلئے حضرت علامہ احمد مختار صدیقی علیہ الرحمۃ نے خود بمبئی میں بنوایا اسمیں تاریخ پیدائش ۱۹۱۶ء لکھوائی یہ پاسپورٹ برٹش انڈین ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۷/ دسمبر ۱۹۳۱ء کو بذریعہ بحری جہاز موزمبیق افریقہ کیلئے روانہ ہوئے۔ اور موزمبیق کے شہر "لورنزو مارگ" پہنچنے کی تاریخ ۲/ مارچ ۱۹۳۲ء ہوتی ہے۔ لورنزو مارگ موزمبیق کا دارالسلطنت تھا۔ اب اس کا نیا نام میپوٹو ہے۔ یہ ایک پرتگیز کالونی تھی اور ہندوستان میں دمّن بھی اس زمانہ میں پرتگیز کالونی کا مرکز تھا اور وہاں کے مسلمان کافی تعداد میں بسلسلہ تجارت لورنزو مارگ آتے جاتے تھے اور کچھ تو وہاں آباد بھی ہو گئے تھے۔ ان میں بہت سارے لوگ علامہ احمد مختار صدیقی کے مرید و معتقد بھی تھے۔ انھیں لوگوں کی دعوت پر حضرت وہاں تشریف لے گئے۔ پاسپورٹ یا کسی اور معتبر

ذریعہ سے یہ معلوم نہ ہوسکا کہ بمبئی اور لورنزو مارگ کے درمیان کسی اور ملک یا جزیرہ میں بھی قیام ہوا تھا۔ مگر قیاس ہے کہ ممباسہ یا دارالسلام میں چندروزہ قیام ہوا ہو۔ اسلئے کہ وہاں بھی ہندوستانی نسل کے مسلمان آباد تھے۔ جو حضرت کے ماننے والے بھی تھے۔ واللہ اعلم۔

مولانا الحاج کے پاسپورٹ پر جن ملکوں کا اندراج ہے ان میں پرتگیز' ایسٹ آفریقہ' فلسطین' جزیرہ نمائے عرب ہیں۔ ساؤتھ آفریقہ کا اندراج نہ پاسپورٹ پر ہے نہ الگ سے ہی کوئی ویزا ہے۔ مگر جاننے والوں نے بتایا کہ اس زمانہ میں لورنزو مارگ سے بذریعہ ریل نٹال ڈربن آنا جانا ہوتا تھا۔ اور ان دونوں استاد و شاگرد کا قیام سب سے زیادہ صوبہ نٹال کے مشہور ساحلی شہر ڈربن میں رہا جو ہندوستانی نسل کے مسلم و غیر مسلم آبادی کا سب سے بڑا شہر ہے۔ جسکا پرانا نام پورٹ نٹال بھی ہے۔ پاسپورٹ سے یہاں قیام کا دورانیہ ایک سال معلوم ہوتا ہے۔ پاسپورٹ پر فلسطین کا ویزا نٹال سے لیا گیا۔ جس پر ۳/ فروری ۱۹۳۳ء کی تاریخ درج ہے لیکن غالباً فلسطین جانا نہ ہوسکا بلکہ ڈربن سے ہی بہ مشیت خداوندی زیارت حرمین شریفین اور حج و عمرہ کا مبارک و مسعود سفر شروع ہوا جسکا ثبوت پاسپورٹ سے ملتا ہے۔ حجازِ مقدس کے ساحلی شہر جدہ کی مہر پاسپورٹ پر عربی میں ۱۲/ ذوقعدہ ۱۳۵۱ھ درج ہے۔ اس زمانہ میں حج و زیارت کے جملہ معاملات معلم صاحبان کے ذریعہ ہوتے تھے۔ پاسپورٹ پر معلم جناب شیخ خالد بن احمد بسیونی کی مہر لگی ہے۔ جس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ یہ حضرت صدیقی علیہ

الرحمۃ کے معلم ومیزبان تھے۔ جنہوں نے حج وزیارت کا پورا معاملہ سنبھالا۔

پاسپورٹ پر بمبئی واپسی کی تاریخ ۲۴/ اپریل ۱۹۳۳ء ہے اسطرح یہ پورا سفر تقریباً ڈیڑھ سال کا ہوا۔ یہ سفر حضرت مولانا احمد مختار صدیقی علیہ الرحمۃ کا آخری سفر تھا۔ اسکے بعد ۱۹۳۸ء میں حضرت کا وصال ہوا۔

ڈربن ساؤتھ آفریقہ میں حضرت علامہ احمد مختار صدیقی علیہ الرحمہ کے قیام کا دورانیہ اگرچہ ایک سال سے کم معلوم ہوتا ہے لیکن اس قلیل مدت میں آپ کی زرین خدمات کے تابندہ نقوش آج بھی پائے جاتے ہیں۔ دارالیتامیٰ و المساکین آپکا قائم کردہ یتیم خانہ ملک کے یتیم ونادار بچوں کیلئے عمدہ پناہ گاہ ہے۔ اور حضرت کی برکات کا فیض جاری ہے۔ ڈربن کی عظیم الشان جامع مسجد جو وسط شہر میں ہے حضرت کی خطابت اور درس وتدریس کی یادگاریں آج بھی وہاں زندہ وتابندہ ہیں۔ مریدین ومعتقدین میں سے جواب بھی بقید حیات ہیں۔ بحمدہ تعالیٰ مسلک اہلسنت وجماعت پر متصلب ہیں۔ غالباً حضرت کے آخری مرید ڈربن میں بابا محمد حسین ہیں جنکی عمر اس وقت ایک سو۴ سال ہو چکی ہے۔ ان کا پورا نام حاجی محمد حسین میاں عبدالرحیم ہے' اور ایک خاتون مریدہ زلیخا بی ہیں۔ جنکی عمر ۸۴ سال کی ہے ان دونوں کے پاس حضرت علامہ احمد مختار صدیقی علیہ الرحمۃ کا شجرہ سلسلہ بیعت بھی ہے۔

یہ مبارک سفر جو مولانا الحاج نے عنفوانِ شباب میں اپنے جلیل القدر استاد کی رفاقت میں کیا انکی زندگی کا نہایت اہم تعلیمی، تربیتی اور تجرباتی سفر ثابت

ہوا۔ جس سے انکی شخصیت میں پختگی، مزاج میں استقلال پیدا ہوا۔ اور زندگی میں سرد وگرم کی برداشت کا حوصلہ بھی پیدا ہوا۔ وہیں دوسری طرف زندگی کا یہ پہلا غیر ملکی سفر دین کی خدمت کی راہ میں تھا۔ شب وروز ایک مرد درویش اور ولی کامل کی صحبت و خدمت نے ان میں روحانیت کی تخم ریزی کی جس سے ان میں اخلاص وللّٰہیت ، ایثار وقربانی کا جوہر ایسا پیدا ہوا کہ آخری زندگی تک مولانا الحاج نے کبھی باطل سے سمجھوتہ کیا نہ انکے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش آئی۔ چنانچہ وطن واپسی کے بعد حضرت مولانا شاہ احمد مختار صدیقی نے اپنی جسمانی نقاہت، ضعفِ بصارت وغیرہ کے پیش نظر تدریس کا سلسلہ موقوف کرتے ہوئے اپنے بعض خاص شاگردوں کو مرادآباد جامعہ نعیمیہ لیجا کر حضرت صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرآبادآبادی علیہ الرحمہ کے سپرد فرمایا، انہیں میں مولانا الحاج بھی تھے۔

حضرت مولانا محمد اطہر نعیمی مرادآبادی مدرس جامعہ نعیمیہ کراچی، جو اس زمانے میں جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے طالبعلم تھے۔ اپنے مقالہ ''چند یادیں چند باتیں''میں تحریر فرماتے ہیں۔

> ''راقم الحروف کو یہ سعادت حاصل ہے کہ میں نے حضرت مولانا احمد مختار صدیقی قدس سرہٗ کی زیارت کی۔ موصوف سفر آفریقہ سے جب واپس آئے تو آپکے ساتھ تشنگانِ علوم دینی میں سے چار افراد تھے۔ انہیں لیکر حضرت مولانا موصوف مرادآباد تشریف لائے اور

حضرت صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین سے فرمایا میں نے اپنی ذمہ داری پوری کردی ہے۔ اب ان تشنگان علم کی سیرابی آپکے ذمہ ہے' مولانا احمد مختار صاحب کو جب میں نے دیکھا تو موصوف کی بصارت ختم ہوچکی تھی۔ مرادآباد کے دورانِ قیامت میں نے مولانا موصوف کو لکھتے ہوئے دیکھ کر تعجب کیا' لیکن اس سے قبل مولانا کی تحریریں خط وکتابت میں دیکھ چکا تھا۔ اس وقت احساس ہوا کہ مولانا نظر ختم ہونے کے باوجود ایسا پاکیزہ لکھتے ہیں کہ انکھیارے نہیں لکھتے''۔

(مطبوعہ خصوصی مجلّہ ''عظیم مبلغ اسلام'' کراچی)

حضرت علامہ احمد مختار کی شفقتیں' مولانا الحاج پر کس قدر تھیں اس کا اندازہ اسکے علاوہ یوں بھی ہوتا ہے کہ سفر حج کے موقعہ پر معلم صاحب کی تحریر میں پاسپورٹ کے ایک صفحہ پر بخط عربی مولانا الحاج کا نام یوں لکھا ہوا ملتا ہے'' محمد نعیم اللہ ابن احمد مختار میرٹھ'' اس رشتہ اور تعلق کا پاس ولحاظ مولانا الحاج نے حضرت والا کی اولاد کیساتھ بھی رکھا' الہٰ آباد میں جب کبھی ان کے صاحبزادگان حضرت ظہور الحق رحمانی صاحب اور عزیز الحق عرفانی صاحب تشریف لاتے تو انہیں اپنے پاس ٹھہراتے اور انکی خدمت وتواضع میں لگے رہتے۔

مولانا الحاج نے اپنے سفر افریقہ اور حج وزیارت حرمین شریفین سے فارغ ہوکر حضرت علامہ احمد مختار صدیقی کیساتھ اسی سال ۱۹۳۳ء میں جامعہ نعیمیہ

مرادآباد میں حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمہ کی سرپرستی اور حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی شاگردی میں تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور یہی مولانا الحاج کا حضور مجاہد ملت کی ملاقات وزیارت کا پہلا شرف تھا۔ یہی وہ نقش اول تھا جوان کے دل و دماغ پراس طرح مرتسم ہوا کہ پھروہ زندگی کی آخری سانس تک انہیں کے ہوکر رہ گئے۔

چونکہ جامعہ نعیمیہ میں سبھی آپکو ''نعیم'' کہہ کر بلاتے اور پکارتے تھے حضور مجاہد ملت کو یہ ناگوار گذرا کیونکہ حضور صدرالافاضل کا نام بھی ''نعیم'' تھا اور نعیم، نعیم پکارنا صدرالافاضل کی بےادبی محسوس ہوتی تھی لھذا ایک مرتبہ حضور مجاہد ملت نے فرمایا'' ماشاءاللہ ورسولہ آپ حج سے مشرف ہیں اسلئے آج سے ہم سبھی آپکو''الحاج'' کہا کریں گے۔ تاکہ امتیاز بھی رہے اور حضور صدرالافاضل کی بے ادبی کا شائبہ بھی نہ ہو''۔ اسی دن سے آپ کا عرفی نام'' الحاج'' اتنا مقبول و مشہور ہوا کہ بعد والوں کو آپکا اصلی نام ہی نہیں معلوم۔ لوگ آپکو''مولانا الحاج'' ہی سے زیادہ جانتے اور پہچانتے ہیں۔

مرادآباد سے الہٰ آباد

اور جب حضور مجاہد ملت ۱۹۳۴ء میں مردآباد سے الہٰ آباد کے قدیم ادارہ'' مدرسہ سبحانیہ'' میں مولانا عبدالکافی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد بحیثیت صدر مدرس اپنے چند مخصوص تلامذہ کیساتھ تشریف لائے تو انہیں میں مولانا الحاج محمد نعیم اللہ خاں بھی تھے۔

الہٰ آباد سے حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کو خصوصی تعلق رہا' مدرسہ سبحانیہ کی صدر مدرسی کے منصب پر فائز ہونے کے بعد وہاں کے دینی' مذہبی اور اصلاحی معاملات میں خصوصی دلچسپی لیتے رہتے' اوران تمام دینی خدمات میں مولانا الحاج نہ صرف حضرت کے دوش بدوش اور قدم بقدم رہے بلکہ ان کے دینی عزائم اور منصوبوں کو عمل کا لباس پہناتے رہے' چھوٹی موٹی اور ہنگامی تحریکیں خواہ وہ غیروں کی طرف سے دین وملت کیلئے خطرہ ہوں یا نام نہاد اپنوں کی طرف سے' مسلک وعقیدہ کے خلاف ہوں تو حضور مجاہد ملت فوراً اس کا نوٹس لیتے اور مولانا الحاج سرگرم عمل ہو جاتے' اشتہار چھپواتے' مسجدوں میں اعلان کراتے' جلسے منعقد کرتے' رضا کاروں کے جلوس نکالتے اور یہ سب کچھ اعلائے کلمہ حق کیلئے اپنے استاد کی ایماء پر بلاخوف وخطر کرتے۔ علامہ عاشق الرحمٰن قادری حبیبی نے اپنی منقبت میں ان کے اس جذبہ عمل کو شعری لباس پہنایا ہے۔

عمل کی انجمن میں تم تھے شمع انجمن الحاج

جہادِ نفس کے گلشن میں تم تھے یاسمن الحاج

الہٰ آباد میں مسجد اعظم کی تاریخ اور اسکی تعمیر کا واقعہ بڑا عجیب وغریب ہے' یہ ایک نہایت قدیم تاریخی مسجد تھی جو ۱۱۱۸ھ میں تعمیر ہوئی جسے معظم خاں نام کے کسی دیندار رئیس نے تعمیر کیا تھا۔ ''مسجد اعظم'' اس کا تاریخی نام ہے۔ مسجد میں لگے ہوئے کتبہ پر یہ تاریخی اشعار کندہ ہیں۔

بانیش باشد معظم خاں خلف اعظم کہ او

دیندار بالیقیں فخر بنی آدم بود

فکر کردم دوش تاریخ کے بنالیش راز غیب

ہاتفے گفتہ بگوشم ''مسجد اعظم'' بود

۱۹۳۹ء میں یہ مسجد کھنڈروں میں تبدیل ہوچکی تھی' منہدم مسجد میں اِکاّ دُکاّ نمازی آتے جاتے تھے۔ مگراس پر ''امپر ومنٹ ٹرسٹ'' نے قبضہ کرلیا تھا اور مسجد خطرے میں تھی۔ یہ خبر حضور مجاہد ملت کو پہنچی اور حضور مجاہد ملت نے اس مسجد کی زمین کو حاصل کرنے کیلئے امپر ومنٹ ٹرسٹ کیخلاف عدالتی کاروائی شروع کردی اور مولانا الحاج اس مسجد کی واگذاری کیلئے دس سال تک مقدمہ لڑتے رہے۔۔

جیسا کہ علامہ عاشق الرحمٰن صاحب اپنی کتاب ''مرد جوزا مجاہد ملت'' کے صفحہ ۳۵ پر رقمطر از ہیں۔ ''مرحوم چوسر خاں کے توجہ دلانے پر مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد کے اس وقت کے صدر المدرسین خضور مجاہد ملت قدس سرہ نے اس مسجد کی طرف توجہ فرمائی' پھر حضرت مولانا الحاج محمد نعیم اللہ خاں چھپروی رحمتہ اللہ علیہ نے حضور مجاہد ملت کے حکم سے اس زمین کو حاصل کرنے کیلئے کتنے مقدمے لڑے تب جاکر یہ مسجد مسلمانوں کو حاصل ہوئی اور آج یہی جامعہ حبیبیہ کا محل وقوع ہے''۔

مولانا الحاج امپر ومنٹ ٹرسٹ کیساتھ طویل اور پیچیدہ مقدمہ بازی کے تمام مراحل سے لیکر قبضہ حاصل ہونے اور پھر نئ تعمیر کے آغاز اور اسکی تیاریاں' اخراجات کی فراہمی تک نہایت صبر آزما دور سے کچھ اسطرح گذرے جیسے یہ انہی

کا کام تھا اور وہ اسی کیلئے پیدا ہوئے تھے۔

الہ آباد کے پرانے لوگوں کی یہ روایت بھی ملی کہ جامع مسجد چوک کی طرف سے جب حضور مجاہد ملت اپنے رفقاء کیساتھ چوسر خاں کی ٹال (مسجد اعظم) کی طرف جانے کیلئے اتر سوئیا کی گلی میں داخل ہوجاتے تو بعض لوگ پتھر برساتے' مولانا الحاج چھتری سے حضرت کے اوپر سایہ کرتے اور خود پتھر کھاتے' عزم محکم کی یہ ایک ایسی مثال ہے جواب نظر نہیں آتی۔

مولانا مجاہد حسین حبیبی ایڈیٹر سہ ماہی تبلیغ سیرت کلکتہ ''مجاہد ملت نمبر'' کے ص ۴۳۸ پر بعنوان '' عاشقِ حضور مجاہد ملت مولانا الحاج نعیم اللہ خاں علیہ الرحمۃ'' کے تحت اپنی تحریر میں اس حقیقت کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

''مجاہد ملت کا یہ عاشقِ صادق اور جاں نثار خود کو اس سے الگ کیسے رکھ سکتا تھا۔ پروانہ وار وہ خطرات کو پس پشت ڈالکر میدان میں کود پڑا ۔مسجد اعظم کی تعمیر اور جامعہ حبیبیہ کے قیام میں ہمہ تن مصروف ہوگئے اور وراثت میں ملنے والی خاندانی دولت وثروت کو ان عظیم کاموں میں پانی کی طرح بہادیا' اسلئے اگر یہ کہا جائے کہ سرکار مجاہدِ ملت کے بعد مسجد اعظم اور جامعہ کی تاسیس اور تعمیر و ترقی میں جس شخص کا نمایاں کردار ہے وہ حضرت مولانا الحاج نعیم اللہ خاں چھپروی کی ہے تو کچھ مبالغہ نہ ہوگا''۔

اکبر الہ آبادی نے مردِ مومن کیلئے اپنی قومی اصلاحی شاعری میں کسی بھی

کارنامے کوانجام دینے کیلئے کردار کی پختگی کو بنیادی عنصر بتایا ہے اوراس حقیقت کو اپنے شعر میں اس طرح اُجاگر کیا ہے۔

تو خاک میں مِل آگ میں جل　　　جب خشت بنے تب کام چلے

مولانا الحاج کا بچپن اور ابتدائی زندگی جس ماحول میں گذری تھی اس کا تصور کرتے ہوئے الہٰ آباد میں ان کے روز وشب کا حال جن لوگوں نے دیکھا ہے وہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ خود فراموشی کی کس حد تک انہوں نے اپنے آپ کو پہنچا دیا تھا۔ کرایہ کے معمولی سے مکان میں بیوی بچوں کیساتھ گذارا کرنا، معمولی سی سائیکل پر نہ صرف شہر الہٰ آباد بلکہ مضافات کے گاؤں گاؤں، کچے پکے اونچے نیچے راستوں اور پگڈنڈیوں پر بھاگ دوڑ کرتے رہنا ان کا روزمرّہ تھا۔ جیسا کہ ''مسجد اعظم کا مختصر تاریخی تعارف'' نامی کتاب کے صفحہ ۱۶ پر علامہ عاشق الرحمٰن قادری رقمطراز ہیں۔

''مولانا الحاج نعیم اللہ خاں مرحوم چندے کی فراہمی کیلئے گلی گلی کوچہ کوچہ محلّہ محلّہ گاؤں گاؤں بلکہ دروازے دروازے پر حاضری دیتے تھے اور کوئی خاص چندہ نہیں ملتا تھا، جو کچھ ملتا تھا اسے وہ بڑی امانتداری سے محفوظ رکھتے تھے''۔

اسی کتاب کے صفحہ ۱۶ پر اس وقت کے ایک عینی شاہد جناب صوفی امیر حسن ابوالعلائی مرحوم موضع سلوری الہٰ آباد کے زمیندار تھے وہ مولانا الحاج صاحب کی جدوجہد، ان کی جفاکشی اور انکے استقلال مزاج کا ایسا ذکر کرتے تھے

کہ اسے سن کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ان کے بعد ایسی لگن کیساتھ ان خدمات کا انجام دینا محال نہیں تو دشوار ضروری ہے۔ کتاب کے اسی صفحہ پر چند سطروں کے بعد ان کی عظمت کردار' دیانت وامانت کا یہ اعتراف بھی ملتا ہے''۔ آپکو (مولانا الحاج کو) آئے دن سفر بھی کرنا پڑتا تھا۔ آج الہٰ آباد میں کل غازی پور میں اور پرسوں اُڑیسہ میں' پیسوں کی آمد وخرچ کو وہ نہایت امانتداری کیساتھ رجسٹروں میں درج رکھتے تھے' سفر کے کرایہ کو بھی درج کرتے تھے۔ اپنے خورد ونوش پر جو خرچ کرتے تھے اسے بھی درج کرتے تھے' دورانِ سفر اگر کسی صاحب کے یہاں ان کی دعوت ہوتی تھی اور وہاں وہ کھانا تناول کرتے تھے تو وہ اسے بھی درج کرتے تھے کہ فلاں تاریخ کو فلاں صاحب کے یہاں میں نے کھانا کھایا تھا۔

مولانا الحاج جیل میں

جب مسجد اعظم کی اراضی واگذار ہوگئی تو مولانا الحاج نقشہ منظور کرانے کے بعد جلد سے جلد نئی تعمیر کا کام شروع کرنے کیلئے بے چین ہوگئے۔ جامع مسجد الہٰ آباد میں جمعہ کے دن خود چندہ کی اپیل کی اور اپنا رومال بچھا کر اللہ کے گھر کی تعمیر کی خاطر اپنے وقت کا ایک زمیندار' مسلمانوں سے بھیک مانگنے لگا' شام کو ''چوک اور جانسین گنج'' کی ایک ایک مسلم دوکان پر جا کر چندہ جمع کیا اور تعمیر شروع کرادی' ابھی بنیادیں ہی کھُد رہی تھیں کہ ''امپرومنٹ ٹرسٹ'' نے غیر قانونی تعمیر کا مقدمہ قائم کردیا' عدالت سے نوٹس آئی کہ جرمانہ ادا کردیا

جیل جاؤ' مولانا الحاج نے مسلمانوں سے تعمیر مسجد کیلئے مانگی ہوئی رقم سے حکومت کے خزانے کو جرمانہ دینے سے انکار کردیا اور جیل جانا منظور کرلیا۔ چنانچہ حضرت مولانا حکیم محمد یونس نظامی رحمتہ اللہ علیہ اپنے مقالہ میں رقمطراز ہیں

''مولانا الحاج مرحوم نے اپنی عزت وآبرو کو دین پر قربان کر کے ایک ایک پیسہ دوکان دوکان سے بھیک مانگ کر پیسہ اور سامان جمع کیا اور تعمیر شروع کی' ٹرسٹ نے مقدمہ چلا دیا' اس سلسلہ میں مولانا مرحوم کو جیل جانا پڑا' مگر سب کو خندہ پیشانی سے قبول کیا''۔

(ویکلی استقامت کانپور مجاہدِ جلیل نمبر)

مولانا الحاج کے اس اخلاص وایثار کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ الہٰ آباد کے مسلمانوں کا جوش وجذبہ بڑھ گیا۔ الہٰ آباد اور علاقہ کے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوگئے' اور مسجد اعظم کو ایک عظیم الشان مسجد بنانے کا منصوبہ تیار ہوگیا۔ اس دور میں آج کی طرح نہ چندوں کی گرم بازاری تھی' نہ باہر جا کر بڑے تاجروں اور سیٹھوں سے بڑی رقمیں وصول کرنے کا رواج تھا۔ بایں ہمہ مولانا الحاج کا یہ حوصلہ' حسن نیت اور اعتماد علی اللہ کا واضح ثبوت ہے۔

مدینۃ العلم

جامعہ حبیبیہ

الہٰ آباد میں حضور مجاہد ملت کی ایماء پر آپکی مرضی کے مطابق مسجد اعظم میں اسکے پرانے کھنڈروں کے درمیان فرشِ خاکی پر مدرسہ عربیہ مدینۃ العلم کا آغاز ہوا' اصحاب صفہ کے سچے غلاموں نے اخلاص وللّٰہیت' دین کی سرفرازی کے پاک جذبہ کیساتھ اپنے مقدس آقاؤں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جو بنیاد رکھی تھی وہ رفتہ رفتہ وقت کی دھوپ' چھاؤں جھیلتا ہوا الہٰ آباد کی معیاری دینی درسگاہوں کی صف میں شامل ہو کر ممتاز ادارہ کہلانے لگا۔ عوام وخواص کی توجہ اسکی طرف مبذول ہونے لگی۔ اکابر علماء ومشائخ کی نظریں اس کی طرف اٹھنے لگیں' دور دور سے طلبہ داخلے کیلئے آنے لگے' مولانا الحاج نے مطبخ قائم کر دیا۔ بیرونی طلبہ کی رہائش کا انتظام شہر کی مساجد کے حجروں میں کرنے لگے' گاؤں گاؤں جا کر کاشت کاروں سے اپیل کی اور فصل کی کٹائی کے موقعہ پر مطبخ کیلئے غلہ کی فراہمی کا انتظام کیا۔

ایک وقت تھا جب الہٰ آباد ''تجوید وقراءت'' کی اعلیٰ تعلیم کیلئے مشہور تھا' بہار و بنگال کے باذوق طلبہ یہاں حافظ وقاری بننے کیلئے آیا کرتے تھے۔ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی صاحب علیہ الرحمہ اپنے وقت کے استاذ القراء اور

مرجع طلبہ تھے، پھر مدرسہ سبحانیہ میں بھی ایک دور تجوید وقراءت کیلئے شہرت کا رہا، چنانچہ اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے حضور مجاہد ملت علیہ الرحمۃ نے مولانا قاری عبدالرّب صاحب مرادآبادی اور اپنے برادر خورد حضرت قاری مجیب الرحمٰن صاحب دھام نگری علیہ الرحمہ کو مکہ معظّمہ ''مدرسہ صولتیہ'' قراءت سیکھنے کیلئے بھیجا جو اس وقت سنیوں کا ادارہ تھا، جہاں سے یہ دونوں حضرات فراغت کے بعد واپس آئے تو مولانا قاری عبدالرب صاحب مرادآبادی علیہ الرحمۃ نے مدرسہ مدینۃ العلم الہٰ آباد کے شعبہ تجوید وقراءت کو کافی فروغ دیا، مقامی اور بیرونی طلبہ کا انکی طرف ہجوم ہونے لگا، انھیں کے تلمیذ خاص استاذی حضرت مولانا حافظ وقاری نعمت اللہ صاحب بنارسی ثم الہٰ آبادی مدظلہ العالی نے حفظ کا درجہ سنبھالا، مولانا الحاج صاحب خود بھی درس دیتے اور اہتمام سے متعلق تمام ذمہ داریاں سنبھالتے، طلبہ کے قیام وطعام کے انتظام کے علاوہ مسجد و مدرسہ کی تعمیر کا کام بھی چلتا رہتا، کبھی ایسا ہوتا کہ درس کے دوران شاگردوں کو لیکر مزدوروں کیساتھ اینٹیں اٹھانے اور چھت پر چڑھانے میں مشغول ہو جاتے اور درس بھی جاری رہتا، کسی سے ماضی مضارع کی گردان سن رہے ہیں، تو کسی کو کلمہ کی اقسام سمجھا رہے ہیں، اور مزدوروں کو بھی ہدایات دیتے جا رہے ہیں، چنانچہ پروفیسر خلیل خانصاحب اپنے مقالہ مطبوعہ استقامت ویکلی کانپور کے مجاہد جلیل نمبر میں تحریر فرماتے ہیں :

''میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ الحاج جامعہ کے دفتر میں

بیٹھے ہوئے ہیں، رجسٹر، فائل اور کاغذات ان کے سامنے بکھرے

ہوئے ہیں، دفتری امور کی تکمیل میں مشغول ہیں، ضروری خطوط کے

جواب زیر تکمیل ہیں، مشغولیت اور مصروفیت کا یہ عالم ہے کہ کوئی

طالب علم کتاب لئے ہوئے آ کر بیٹھ گیا وہ پوچھے جا رہا ہے اور آپ

بتائے جا رہے ہیں اتنے میں کسی دوسرے طالب علم نے آ کر کوئی

سوال کر ڈالا اس کا جواب دے رہے ہیں، مضافات سے یا شہر سے

کوئی آ کر کسی مسئلہ کا حل تلاش کر رہا ہے اور آپ اسے جواب دے

رہے ہیں، یہ سب کچھ ہو رہا ہے لیکن پیشانی پر ذرا بھی شکن نہیں ہے۔

لبوں پر مسکراہٹ ہے، چہرہ کھِلا ہوا ہے، اور سب کام ہو رہا ہے، دن بھر

یہ مشغلہ ہے اور رات کا اکثر حصہ بیرون شہر جا کر محفلوں میں تقریر

کرنے میں صرف ہو جاتا ہے، اب آپ ہی بتائے کہ اس مردِ مجاہد کو

آپ کیا کہئے گا''۔

مدرسہ مدینۃ العلم سے ''جامعہ حبیبیہ'' نام کی تبدیلی کا واقعہ خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ بانی درالعلوم غریب نواز الہٰ آباد اپنے مجلّہ پاسبان الہٰ آباد کے اداریہ میں مولانا الحاج کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ایسے موقع بہت ہی کم آئے کہ میں نے کوئی مشورہ دیا ہو اور مرحوم

نے اسے ٹھکرا دیا ہو، دارالعلوم کا نام مدینۃ العلم ہے لیکن برسوں کی

بات ہے میں نے عرض کیا کہ اس کا نام جامعہ حبیبیہ ہونا چاہئے، مرحوم

نے فرمایا یہ مجاہد ملت کا رکھا ہوا نام ہے' میں نے عرض کیا جوانکا کام تھا وہ کر گئے اب جو ہمارا اور آپ کا کام ہے ہمیں اور آپکو کرنا چاہئے آخرش اس نام کوتو بھی زندہ رکھنا ہے مرحوم نے پورے انشراحِ صدر سے اسے قبول فرمایا اور غالباً سب سے پہلے عیدالاضحیٰ کے پوسٹر میں اس نام کا اعلان ہوا''۔

نیز حضرت مولانا شاہ قاری محمد نعمت اللہ صاحب حبیبی اپنے مقالہ ''کچھ یادیں کچھ باتیں'' میں فرماتے ہیں:

''جامعہ حبیبیہ الہٰ آباد'' کا قیام ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ میں عمل میں آیا ج حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ نے اس کا نام ''مدرسہ مدینۃ العلم'' رکھا تھا' بعد میں حضرت مولانا الحاج نعیم اللہ خاں علیہ الرحمہ نے اپنے زمانہ اہتمام میں اس کا نام ''جامعہ حبیبیہ'' رکھا۔

مولانا الحاج جب درس دیتے تو انکی تفہیم کا انداز بہت نرالا ہوتا کہ معمولی ذہانت کا طالبعلم بھی مطمئن ہوجاتا۔ بنگالی' بہاری طلبہ کیساتھ انکی زبان کے کچھ جملے بول کران کی پوری توجہ اپنی طرف مبذول کرلیتے' طلبہ کی تربیت' ان کی ذہن سازی' دینی امور کی پابندی کا خاص خیال رکھتے' اور عقیدہ کا تصلب ضروری جانتے۔

چنانچہ مولانا نعمت اللہ صاحب قادری حبیبی سابق مدرس و مہتمم جامعہ حبیبیہ الہٰ آباد اپنے مذکورہ بالا مقالہ میں ایک طالبعلم کا واقعہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

انہی دنوں مولانا مظفر حسین جو دار العلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کر چکے تھے' اپنی علمی تشنگی بجھانے کیلئے جامعہ حبیبیہ حاضر ہوئے جو ضلع مظفر پور بہار کے رہنے والے تھے' کیونکہ ان دنوں جامعہ حبیبیہ کے تعلیمی معیار کا بڑا شہرہ تھا' ان کے داخلہ کے سلسلہ میں مولانا عبد الرب صاحب نے مولانا الحاج صاحب سے مشورہ کیا جو مدرسہ کے مہتمم بھی تھے' مولانا الحاج صاحب نے مخالفت کی کہ یہ لڑکا یہاں کی فضا کو مسموم کر دیگا لیکن مولانا عبد الرب صاحب نے یہ دلیل پیش کی کہ یہ لڑکا سچا ہے کہ اس نے یہ کہدیا کہ میں علم تو آپ لوگوں سے حاصل کروں گا لیکن اپنا مسلک نہیں تبدیل کرونگا' ان کے سمجھانے پر مولانا الحاج راضی ہو گئے' اس طرح مولانا مظفر حسین داخل مدرسہ اور شریک درس ہو گئے' دیوبندیت سے تائب سنی صحیح العقیدہ ہو کر جامعہ حبیبیہ کے پہلے فارغین میں شمار ہوئے۔

طلبہ میں نظم وضبط کا بڑا خیال رکھتے' انہیں اپنا نظام الاوقات مرتب کر کے دکھانے کا حکم دیتے اور پھر اسکی اصلاح فرماتے' ان کے روز وشب' انکی صحبتیں' لباس کی وضع قطع ان سب پر نظر رکھتے' عربی درجات کے طلبہ کو سبق سے پہلے مطالعہ اور سبق کے بعد تکر[illegible] سخت تاکید کرتے' طلبہ میں دبی ہوئی صلاحیتوں اور خوبیوں کو اُبھار کر حوصلہ بڑھاتے' انہیں جامعہ کے کسی کام میں لگا دیتے' تم رجسٹر بناؤ' تم حاضری لو' تم اذان دو' تم نماز کی امامت کرو' کسی کے

ذمہ مطبخ کی نگرانی، کسی کے ذمہ میں صفائی کا اہتمام، جب تک بجلی نہ آئی تھی اور جامعہ میں لالٹین جلتی تھیں، روزانہ شام سے پہلے تمام لالٹینوں کے شیشے صاف کرنے اور تیل وغیرہ ڈالنے کی باری مقرر ہوتی تھی، حسن اہتمام وانتظام کی یہ چند مثالیں ہیں۔ باقاعدگی اور سلیقہ ان کا خصوصی مزاج تھا۔ معمولی سی معمولی چیز کو اپنے حسن سلیقہ سے دلکش اور جاذب نظر بنا دینا ان کا فن تھا۔ طلبہ میں سے اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو خود اسے اپنی سائیکل کے پیچھے بٹھا کر اسپتال لیجاتے۔ ایک دفعہ داخلہ کیلئے ایک طالبعلم فتحپور سے آئے ان کے والد بھی ان کے ساتھ آئے۔ طالبعلم نوجوان تھے، خوش پوش اور مزاج کے شوقین، داڑھی منڈی ہوئی تھی، فرمایا داڑھی رکھنے کی شرط پر داخلہ ہوگا۔ بیٹا خاموش رہا، باپ بولے مولانا! ابھی تو اس کی شادی بھی نہیں ہوئی ابھی سے داڑھی رکھ لے گا تو مشکل ہوگی، یہ کہہ کر وہ لوگ واپس جانے لگے، مولانا الحاج نے فرمایا رُک جاؤ۔ اور مولانا صدر الحق کو آواز دی جوان دنوں دفتر کے کام میں ان کے خصوصی معاون تھے۔ اس لڑکے کا داخلہ کرلو۔ داخلہ ہوگیا۔ والد صاحب چلے گئے، پھر طالبعلم کو پیار و محبت سے سمجھا کر داڑھی رکھنے پر آمادہ کرلیا۔

ایک اور طالبعلم بہار سے آئے نہایت نورانی چہرہ، کسی اچھے گھرانہ کے صالح نوجوان علم دین کا شوق، نسبتاً سید تھے۔ مفلوک الحالی کا سامنا تھا، ان کو عام طلبہ کیساتھ باہر دعوت کھانے کیلئے نہ بھیجتے، کسی بہانے سے روک لیتے پھر ان کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے، احترام سادات، احترام طلبہء دین کے ایسے

مظاہراب مدارس میں کم ہی نظر آتے ہیں۔ یہ ان پر حضور مجاہد ملت علیہ الرحمۃ کی صحبتوں کا خصوصی فیض تھا۔ راقم الحروف نے قاعدہ بغدادی سے لیکر بخاری شریف تک جامعہ حبیبیہ ہی میں تعلیم حاصل کی اور وہاں اپنے شعور وآگہی کے دور سے ۱۹٦۷ء تک کا ہر زمانہ دیکھا' کیسے کیسے خدا ترس اور ایثار پسند مدرسین آئے فرش پر بیٹھ کر پتھر کی ایک سِل چند اینٹوں پر رکھ کر ڈیسک بنالی جاتی اور درس و تدریس شروع ہو جاتا' پھر ٹاٹ آگئے' پھر دری آئی' پھر مدرسین کیلئے مولانا الحاج نے چند مسندوں کا انتظام کیا' اس طرح عہد بہ عہد اپنے محدود وسائل کے مطابق جامعہ حبیبیہ اپنے بانی کی آرزوؤں کی تکمیل کرتا رہا۔

مولانا الحاج کے پاس ایک لکڑی کی پرانی سی الماری تھی جوان کے لئے دفتر کا بھی کام دیتی تھی اور تجوری کا بھی اسی میں کاغذات' فائلیں وغیرہ رکھتے۔ اسی کے سامنے فرش پر بیٹھ کر سارا کام کرتے اور وہیں درس بھی دیتے' کبھی انکی درسگاہ چھت کے اوپر لگتی جہاں مزدور کام کر رہے ہوتے وہیں طلبہ کو بلا لیتے' درس بھی ہوتا رہتا اور مزدوروں کی نگرانی بھی۔

جامعہ حبیبیہ اس دور میں نامکمل سی عمارت اور طلبہ کیلئے خاطر خواہ قیام و طعام کی سہولت کی کمی کے باوجود مولانا الحاج کے حسن انتظام' اخلاص و للّٰہیت کی کشش کے نتیجہ میں علماء اور طلبہ کا مرجع بنا رہا۔ اکابر علماء الہٰ آباد کسی کام سے آتے تو جامعہ حبیبیہ ضرور آتے۔ بعض وہیں قیام بھی فرماتے اور مولانا الحاج انکی میزبانی میں فرش راہ رہتے۔ جیسے حضرت علامہ مفتی اجمل حسین صاحب نعیمی

سنبھل، حضرت مولانا محمد یونس نعیمی صاحب مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد، حضرت محدث اعظم کچھوچھوی، حضرت شیر بیشہ اہل سنت علیہم الرحمۃ والرضوان وغیرھم۔

جامعہ حبیبیہ الہٰ آباد کے دونوں اور مشہور مدارس مدرسہ سبحانیہ اور مدرسہ مصباح العلوم کے برابر آ گیا۔ اور اپنا معیار عوام وخواص، علماء وطلبہ سے منوالیا۔ سارے شہر میں جامعہ کے طلبہ عزت واحترام سے دیکھے جاتے، مسجدوں میں امامت کیلئے ان کو فوقیت دی جاتی، جلسوں میں تقریروں کیلئے مدعو کئے جاتے، ایک اہم امتیاز جامعہ حبیبیہ کو یہ حاصل ہوا کہ حضرت علامہ ڈاکٹر سید محمد رفیق صاحب پروفیسر شعبہ عربی وفارسی الہٰ آباد یونیورسٹی کی تدریسی خدمات مولانا الحاج نے ان کے ساتھ اپنے قدیم ذاتی تعلقات کی بنیاد پر حاصل کرلیں، انکی وجہ سے عربی وفارسی زبان و ادب کے پڑھنے پڑھانے کا خاص ماحول بن گیا اور یہاں کے طلبہ عربی بول چال اور تحریر وانشاء میں ممتاز ہوگئے۔ پروفیسر رفیق صاحب کو مولانا الحاج نے جامعہ حبیبیہ کا ناظم تعلیمات مقرر کردیا۔ جیسا کہ پروفیسر رفیق صاحب نے مولانا الحاج کے انتقال کے بعد اپنے تاثرات میں جو ویکلی استقامت کانپور میں بعنوان ''تراعاشق شود پیدا و لے مجنوں نخواہد شد'' تحریر فرماتے ہیں۔

''عید کے دوسرے دن مولانا الحاج مرحوم رکشہ پر سوار میرے غریب خانہ کیطرف آتے ہوئے نظر آئے مجھے حیرت ہوئی کہ ابھی چند دن پہلے میں انہیں صاحب فراش دیکھ کر آیا ہوں، فرمانے لگے کہ ۱۲/شوال کو مدرسہ کھل رہا ہے، اطلاع کرنے حاضر ہوگیا ہوں، مدرسہ کیلئے حسب

دستور کچھ وقت دیدیں۔ مجھے مرحوم کی اس قدر دانی پر حیرت بھی ہوئی اور ندامت بھی، صحت کا یہ حال اور مدرسہ کی فکر دامنگیر، میں نے ہر چند گزارش کی کہ آرام کیجئے اور علاج کی طرف توجہ کیجئے یہ سب کام ہوتے رہیں گے۔ مگر انھیں تو مدرسہ وہاں کے طلبہ کی فکر ہر کام سے زیادہ تھی، جامعہ حبیبیہ سے انکو عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔"

پروفیسر رفیق صاحب کے تلامذہ میں سے مولانا شمیم اشرف ازہری خلف اکبر مولانا الحاج کا جامعہ ازھر مصر جانے کے لئے انتخاب ہوا اور اسکالرشپ ملی، انہوں نے وہاں جا کر عربی میں بی اے اور دینیات میں ایم اے کیا۔ جامعہ ازھر کے مبعوث شیخ عبد التواب عبد الجلیل اسماعیل ازہری مصری الہٰ آباد آئے۔ جامعہ حبیبیہ میں قیام فرمایا اور مولانا الحاج کیساتھ گہرے مراسم قائم ہو گئے۔ وہ ہمیشہ قابل، تجربہ کار، محنتی، بافیض اساتذہ اور مدرسین کی تلاش میں رہتے اور کسی بھی قیمت پر انکی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ تا کہ جامعہ حبیبیہ کا علمی وقار بلند سے بلند تر ہوتا جائے۔ جس زمانہ میں شیخ المعقولات حضرت مولانا معین الدین اعظمی صاحب کی طرف طلبہ کا رجوع تھا انکی خدمات جامعہ کیلئے حاصل کرنے کی پوری کوشش کی، بالآخر حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی کی وساطت سے جامعہ میں بلالیا، انکے ساتھ بریلی اور مبارکپور کے چند منتہی طلبہ بھی آئے اور ماحول ایک نئے علمی رنگ میں نہا گیا۔

پروفیسر رفیق صاحب ان کے اخلاص اور خدمت دین کے جذبہ سے

اسقدر متاثر تھے کہ باوجود اسکے کہ وہ الہٰ باد یونیورسٹی کے نہایت باوقار پروفیسر تھے' ایک معزز خاندان کے فرد تھے' الہٰ آباد کے تمام علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے' مگر جامعہ حبیبیہ میں درس دینے کیلیئے اپنی معمولی سی پرانی سائیکل پر اپنے مکان ''جارج ٹاؤن'' سے مسجد اعظم تک خاصا طویل فاصلہ طئے کرکے آتے تھے۔ اس کے علاوہ جو طلبہ ان کے مکان پر درس لینے جاتے انہیں بھی نہایت محبت سے درس دیتے' یہ صرف مولانا الحاج سے انکے روابط کا نتیجہ تھا۔ کبھی اگر رکشہ پر آتے تو مولانا الحاج اصرار کرکے رکشہ والے کو کرایہ دانے کی کوشش کرتے' جسے وہ کسی قیمت پر قبول نہ فرماتے۔ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیھما۔

جامعہ حبیبیہ کو عوام تک پہنچانے کیلیئے مولانا الحاج کا حسن تدبیر یہ بھی تھا کہ وہ عوام میں رہتے اور عوامی شخصیتوں کو جامعہ سے قریب کرتے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت مولانا سید شاہ احسان علی صاحب حقانی باندوی علیہ الرحمۃ کو جامعہ کا مبلغ بنادیا۔ جسے انہوں نے قبول فرمالیا اور انکے نام کیساتھ نیا خطاب اشتہارات میں لکھا جانے لگا۔ وہ اپنے وقت میں نہایت کامیاب مقرر تھے۔ بڑے بڑے جلسوں میں دور و نزدیک بلائے جاتے تھے۔ مثنوی شریف پڑھنے کا مخصوص انداز تھا۔ آواز بھی خاصی پُر تاثیر تھی۔ طوطئ ہند' طوطئ حق کے القاب سے یاد کئے جاتے تھے۔ جامعہ کیساتھ ان کے تعلق سے طلبہ باندہ وغیرہ علاقہ سے بھی آنے لگے' آمدنی میں بھی اضافہ ہوا' باہر سے بھی لوگ عطیات بھیجنے لگے۔

طوطئ ہند مولانا سید احسان علی حقانی صاحب ہوں یا دیگر علماء' مولانا

الحاج کا تعلق انکے ساتھ اس قدر مخلصانہ ہوتا تھا کہ تقریباً گھریلو قسم کے تعلقات قائم ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب مولانا سید احسان علی صاحب بیمار ہوئے تو منجھن پور اپنے گاؤں سے الہٰ آباد شہر اپنے علاج کیلئے آئے۔ مولانا الحاج نے انہیں اور انکی اہلیہ کو اپنا مہمان رکھا۔ ان کے علاج و معالجہ کا سارا بندوبست کیا۔ یہ اور اسطرح کی بہت سی انکی محبت بھری خدمات جنکا کوئی ریکارڈ محفوظ نہیں نہ سب کو معلوم ہے، رب تبارک و تعالیٰ انکو قبول فرمائے اور انکے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

جیسا کہ خود حضور مجاہد ملت بانی جامعہ و معمار مسجد اعظم الہٰ آباد نے اپنی اس تقریر میں جو مولانا الحاج کی فاتحہ چہلم کی تقریب کے موقع پر جامعہ میں عظیم الشان مجمع کے سامنے نہایت سوگوار لہجہ اور درد بھری آواز میں فرمایا'' مسجد اعظم کے حصول کے سلسلہ میں جو دشواریاں پیش آئیں ان میں اگر الحاج مرحوم میرا ہاتھ نہ بٹاتے تو شاید میں اسمیں کامیاب نہ ہوتا۔ وہ میری خاطر ہر ذلت اور ہر دشواری برداشت کرنے پر تیار رہتے تھے۔ مسجد اعظم اور مدرسہ مدینۃ العلم کے معاملات میں مولانا الحاج کی خدمات کو سراہتے ہوئے حضور مجاہد ملت نے یہ بھی فرمایا'' مجھے اولاد نہ ہونے کا اتنا غم نہیں ہے، کیونکہ خداوند قدوس نے مجھے اس کا نعم البدل چند جاں نثار شاگردوں کی صورت میں عطا فرمایا، یہ اس کا ہزار ہزار لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے،

مولوی نظام الدین، مولوی عبد الرب، مولوی الحاج وغیرہ نے کبھی اس کا احساس نہ ہونے دیا''۔

حضور مجاہد ملت کی اسیری اور مولانا الحاج کی خدمات

حضور مجاہد ملت علیہ الرحمۃ کے دور اسیری کے واقعات کی تفصیل، واقعہ نگار حضرات نے جہاں جہاں لکھی ہے وہاں مولانا الحاج کی خدمات کا ذکر ضرور آیا ہے۔ خصوصاً حضور مجاہد ملت کے سوانح نگار اور ماہر حبیبیات علامہ عاشق الرحمٰن قادری حبیبی نے پوری احتیاط اور تحقیق کیساتھ ''حبیب اسیر'' میں جمع فرمائی ہے۔ اس میں متعدد مقامات پر مولانا الحاج کی خدمات، مقدمے کی پیروی، اخلاص وایثار کے مظاہرے، جاں نثاری وجاں فشانی کا ذکر پایا جاتا ہے صفحہ ۴۵ پر رقطمراز ہیں۔

''تلامذہ کی ایک بھیڑ موجود تھی، مریدین ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے اور ایسوں کی بھی کوئی کمی نہ تھی جنکی پرورش حضور مجاہد ملت نے اپنے ذاتی مال سے کی تھی، لیکن مقدمات کی پیروی، ضمانت کروانے میں، مجاہد ملت کو جیل سے باہر لے آنے میں، ان کو بَری کروانے میں، جس جدوجہد کی ضرورت پڑی اسکے پیش کرنے کیلئے صرف وہی مرد سامنے آیا جسکا دل واقعی مجاہد ملت کی محبت سے بھرا ہوا تھا۔ جسکی رگوں میں واقعی جذبہ وفا کا خون جاری تھا، جو ظلم کا شکار ہوکر مسجد اعظم اور جامعہ حبیبیہ کو چھوڑ کر شہر الہٰ آباد کو خیر باد کہہ کر اپنے وطن'' چھپرہ '' میں

پڑا ہوا تھا۔ بندہ کی مراد ہیں حضرت مولانا الحاج محمد نعیم اللہ خاں چھپروی رحمتہ اللہ علیہ'' جس وقت معتقدین کہلانے والے تنقید میں لگے ہوئے تھے' اغراض دنیوی کو پورا کرنے کیلئے مجاہد ملت سے ہمہ وقت چمٹے رہنے والے پر جھاڑ کر الگ ہو چکے تھے۔ اس وقت یہی سامنے آئے۔ لیکن انکو بھی بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا' جو خود ۲۳ / اگست ۱۹۵۶ء کی اس تحری سے واضح ہے جسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔''

۲۳/اگست ۱۹۵۶ء

یہ ایک ایسا نازک وقت تھا کہ ہر دروازہ بند نظر آتا تھا کچھ روز تک عجب حال تھا اس پرسی' آئی ڈی وغیرہ کا تعاقب جو دوسروں کیلئے پریشان کن ہو رہا تھا' اس وقت جو اس میدان میں تن تنہا تھا وہی جانتا ہے اس پر ناواقف دوستوں کا مشورہ اور پریشان کن بنا ہوا تھا مگر ہر ایک کا مقابلہ تن تنہا کرتا گیا' جو اپنا فرض تھا اور ہے بلکہ اس سے بھی سخت امتحان کا وقت اگر آ جائے تو اس وقت بھی اپنا دینی و مذہبی فریضہ سمجھتے ہوئے کافی ہمت رکھتا ہوں اور دست بدعا ہوں کہ اور مزید ہمت وقوت عطا ہو تو زہے قسمت' بجاہ حبیبہ و بعون غوثہ جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہ۔ آمین ثم آمین۔

احقر محمد نعیم اللہ غفرلہ

حضور مجاہد ملت کیساتھ حضرت مولانا الحاج کے عشق کی ایک رویت ایام اسیری کے ایک راوی جناب نعیم حبیبی سلطانپوری صاحب ہیں۔انہوں نے بتایا کہ سلطان پور میں جیل میں جب حضرت قید با مشقت کی سزا کاٹ رہے تھے سی کلاس میں رکھے گئے تھے۔رسّی بٹنے کی مشقت اٹھا رہے تھے۔جس سے آپ سخت بیمار ہو گئے' یرقان ہو گیا' پیشاب میں خون آنے لگا' مولانا الحاج ان دنوں سلطانپور میں ہی مقیم تھے' جامع مسجد سلطانپور کے امام وخطیب مولانا محمد سلیم صاحب سلطانپوری کے یہاں ان کا قیام تھا اور حضرت کیلئے سی کلاس کو بدلوا کر بی کلاس کرانے کی جاں توڑ کوشش میں لگے ہوئے تھے۔طبیعت خراب ہونے کے بعد جیلر سے ملکر جیل کے اسپتال میں منتقل کرانے میں کامیابی حاصل کر لی۔رات کے وقت اسپتال کے ڈاکٹر نے مولانا الحاج سے برف لانے کیلئے کہا شہر کی دوکانیں بند ہو چکی تھیں۔مگر مولانا الحاج ہار مان کر بیٹھنے والے نہ تھے' برف کی تلاش میں سلطان پور کی ہر دُکان اور ہر ہوٹل کا دروازہ کھٹکھٹاتے پھرے آخر کار ایک جگہ برف مل گئی۔ برف لیکر جیل پہنچے تو گیٹ بند ہو چکا تھا۔نہ برف اندر اسپتال تک جا سکتی تھی نہ مولانا الحاج۔ناچار ہو کر گیٹ کھلنے کے انتظار میں گیٹ ہی پر رات گذار دی۔دوسری طرف یہ فکر انہیں کھائے جا رہی تھی کہ برف پگھل نہ جائے اپنے کپڑے اتار کر اس میں برف کو لپیٹتے رہے اسی کشمکش میں اس جاں نثار شاگرد نے استاد کی خدمت کی مثال قائم کی اوران کے جذبہ صادق کی تپش نے برف کو پگھلنے سے بچا لیا۔یہاں تک کہ پو پھٹی اور گیٹ کھل گیا۔

حضور مجاہد ملت کے ایام اسیری کے دوران مقدمات کی پیروی کیساتھ ساتھ حضور مجاہد ملت کے ذاتی نوعیت کے کام جن کا حضرت حکم دیتے بغیر چون و چرا کے انجام دیتے۔ چنانچہ کسی صاحب نے جیل میں حضرت کو خط لکھ کر کسی بڑی رقم کا اپنی ذاتی ضرورت کیلیۓ مطالبہ کیا' حضور مجاہد ملت نے مولانا الحاج کو وہ خط دیکر حکم فرمایا کہ دھام نگر جا کر یہ رقم لے آ کر ان صاحب تک پہنچا دو۔ ''حبیب اسیر'' کے صفحہ ۱۰۵ پر مولانا الحاج اور دیگر مریدین ومعتقدین کی جیل میں حضور مجاہد ملت کیساتھ مراسلت کا یوں تذکرہ ہے

۱) وہ جنکے خطوط میں جیل میں رہنے والے اپنے پیر سے روپیوں کی طلب اور اسکے سامنے اپنی دنیوی ضرورتوں کے ذکر کا مضمون تھا۔

۲) وہ جن کے خطوط میں حضور مجاہد ملت کی خدمت' آپکو بری کرانے میں جدوجہد اس سلسلہ میں اپنی مشقت اور دشواریوں کا سامنا کرنے کا ذکر تھا' جیسے حضرت مولانا الحاج محمد نعیم اللہ خانصاحب علیہ الرحمۃ والرضوان۔

غازی پوری میں مولانا الحاج کا قیام جناب مرزا طیب علی صاحب محلّہ نخاس کے یہاں رہتا تھا۔ شہر میں ان کی دوکان تھی۔ پرانی وضع کے دیندار آدمی تھے۔ زمیندار بھی تھے اور تاجر بھی۔ مولانا الحاج سے گہرا دوستانہ تھا۔ حضور مجاہد ملت کے بہت عقیدت مند تھے۔ شہر کے حکام وافسروں سے بھی ان کے روابط تھے۔ وہ مولانا الحاج کیساتھ مقدمات کی پیروی وغیرہ میں مشورہ بھی دیتے اور تعاون بھی کرتے تھے۔

حضور مجاہد ملت کے اس جہاد قید و بند کی حقیقت کو سمجھ کر اسکے دینی و ملی مفاد کا ادراک کرتے ہوئے اسے اپنی اخروی نجات کا ذریعہ بنانے کی خاطر مولانا الحاج نے اپنے استاد کی جملہ خدمات کو عبادت سمجھ کر انجام دیا۔ چنانچہ ''حبیب اسیر'' ج صفحہ ۸۶ پر ہے

''ہاں جس ذات نے اس کے رموز کو سمجھ لیا اور مجاہد ملت کی محبت میں اپنی زندگی کو قربان کر دیا وہ ذات تھی حضرت مجاہد جلیل مولانا الحاج محمد نعیم اللہ خاں چھپروی کی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔''

تبلیغ و مناظرہ

الٰہ آباد میں ابھی جبکہ آپ طالبعلم ہی تھے مدرسہ سبحانیہ میں حضرت مجاہد ملت سے درس لیتے، سرائے گڈھا کے دارالطلبہ میں قیام رہتا تھا، مگر خدمتِ دین اور اصلاح و تبلیغ کا اسی وقت سے آغاز ہو گیا تھا۔ ۱۹۳۹ء میں جون کے مہینے سے سینٹرل جیل ''نینی الٰہ آباد'' اور ملاکہ ڈسٹرکٹ جیل الٰہ آباد اتوار کے دن اپنی سائیکل سے خود جاتے تھے اور قیدیوں کو وعظ فرماتے تھے۔ عنوان اکثر ''آخرت پر یقین''، نیکی کے فائدے اور برائی کے نقصانات ہوتے تھے۔ سچائی، دیانت وغیرہ سے متعلق انکا وعظ نہایت پُر تاثیر ہوتا تھا۔ جس سے جیل کے افسران بھی متاثر ہوتے۔ یہ سلسلہ ۱۹۴۷ء تک جاری رہا۔

الہٰ آباد میں مغل حکمراں اکبر بادشاہ کا قلعہ ہے' جہاں حکومت کے دفاتر وغیرہ ہیں۔ وہاں جمعہ کی نماز کی امامت فرمانے اکثر خود جاتے یا پھر اپنے کسی طالبعلم کو بھیجتے' پھر مسجد و مدرسہ کی تعمیر وغیرہ میں مصروف ہوجانے کے بعد تبلیغ و تقریر کے کام میں قدرے تعطل آ گیا۔ پھر دوبارہ یہ کام ۱۹۵۳ء میں ایک نئے جوش وجذبہ کیساتھ شروع فرمایا۔ جیسا کہ حضرت مولانا قاری محمد نعمت اللہ صاحب حبیبی مدظلہ اپنے مقالہ ''مجاہد جلیل کے تبلیغی کارنامے'' میں رقم طراز ہیں۔

الہٰ آباد سے پورنیہ' جمشید پور وغیرہ ہوتے ہوئے دھام نگر پہنچے۔ وہاں سے بنگال کے چند اور علاقوں سے گذرتے ہوئے صوبہ اڑیسہ کی سابق راجدھانی ''کٹک'' پہنچے۔ شہر کٹک میں ان دنوں چند مقامی دیوبندی علماء نے ایک طوفان اٹھا رکھا تھا۔ فاتحہ' قیام وسلام کے علاوہ نماز جنازہ کے بعد کی دعا اور اذان کے بعد کی دعا تک کو ناجائز قرار دیا تھا۔ مولانا الحاج نے درگاہ محلّہ کے مسافر خانہ میں کرایہ کا کمرہ لیکر قیام فرمایا' شہر کی مختلف مساجد جیسے محلّہ ''سوتا ہاٹ'' کی مسجد قدم رسول کی مسجد میں اصلاحی تقریریں کرتے رہے۔ ان کا اندازِ خطاب عوام کو پسند آنے لگا اور مجمع بڑھتا گیا۔ ایک رات محلّہ دیوان بازار جو کٹک کا بڑا مسلم آبادی والا محلّہ ہے کے ایک عظیم الشان اجتماع میں تقریباً چار ہزار فرزندان اسلام کو خطاب کرنے کا موقعہ ملا۔ اس دن مجاہد جلیل نے مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے

علماء دیوبند کی کفریات کو بے نقاب کیا اور ان کی رسول دشمنی کے گھناونے تصور کو آشکار کیا''۔اسی مقالہ میں چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں''شہر کٹک اور اسکے مضافات میں مسلسل دو ماہ تک مجاہد جلیل فرزندان اسلام کے اصرار پر قیام پذیر رہے اور روزانہ اپنی تقریروں میں حقانیت کا اعلان کرتے رہے' جسکے نتیجہ میں مسلمانوں پر علماء دیوبند کی غلط تعلیمات کا جو غلط اثر ہو چکا تھا وہ یکسر جاتا رہا''۔

(ویکلی استقامت مجاہد جلیل نمبر)

مولانا الحاج کے انتقال کے بعد بہت سارے علماء مشائخ اور احباب نے تعزیتی خطوط اور تاثرات بھیجے انہیں میں کٹک سے وہاں کی جامع مسجد کے خطیب و امام حضرت مولانا عبدالمنان صاحب نے اپنے تعزیتی خط میں مولانا الحاج کی کٹک میں خدمات کو خاص طور سے اپنا خراجِ عقیدت ومحبت پیش کرتے ہوئے لکھا''مرحوم نے کٹک کی دنیا میں اہلسنت کا پرچم لہرایا۔اور وہ فاتح کٹک تھے۔اللہ پاک انکے مراتب کو بلند فرمائے۔آج کٹک کی تمام مسجدوں میں اعلان کر دیا گیا ہے' پورے شہر پر سوگ طاری ہے' مولانا مرحوم کی روح پاک کو ایصالِ ثواب کیلئے قرآن خوانی ہوگی۔مجاہد ملت شریک مجلس ہوں گے۔''۔ایضاً۔

جماعت اہلسنت کے ایک عظیم قلمکار' بلند پایہ محقق باکمال مدرس حضرت مولانا شبنم کمالی صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم خانقاہ سمرقندیہ دربھنگہ اپنے طویل اور تحقیقی مقالہ' حضور مجاہد ملت کی مجاہدانہ زندگی قرآن وحدیث کی روشنی میں''میں

حضور مجاہد ملت کیساتھ مولانا الحاج کے خاص قلبی تعلق، نیز مولانا الحاج کی پرجوش خطابت کا ذکر کرتے ہوئے اپنا مشاہدہ بیان فرماتے ہیں :

۱۹۵۵ء میں بہار کے ضلع مدھوبنی کے قصبہ ''اسلام پور چھچھوا'' کے سہ روزہ اجلاس آل انڈیا تبلیغ سیرت میں حضور مجاہد ملت کیساتھ الحاج مولانا نعیم اللہ خاں چھپراوی رحمتہ اللہ علیہ بھی الہ آباد سے تشریف لائے تھے۔ لوگ عام طور سے مولانا کو مولانا الحاج کہہ کر مخاطب کرتے تھے اور اسی لقب کیساتھ وہ مشہور بھی تھے۔ مولانا الحاج صاحب حضور مجاہد ملت کے شاگردِ رشید تھے۔ ایسا شاگرد میری نظروں سے نہیں گذرا جو اپنے وقت کا ایک قابل قدر عالم اور معزز مرتبوں کا حاصل ہونے کے باوجود بھی ایک معمولی خادم کی طرح اپنے استاد کے ہر کام میں پوری تندہی کیساتھ لگا ہوا ہو۔ ان کے سامان کا خود اُٹھانا، ان کے آرام پر خوش ہونا، اور ان کی معمولی تکلیف پر بے چین ہوجانا اور چھوٹے سے بڑا ہر کام اپنے ہاتھوں سے انجام دینا، اس مستقل خدمت کو دیکھ کر لوگ انہیں ''باتنخواہ ملازم'' سمجھنے پر مجبور تھے اور یہی سمجھ بھی رہے تھے۔ لیکن جلسہ کی ایک نشست میں حضور مجاہد ملت نے مولانا الحاج صاحب کو چند منٹ کی تقریر کرنے کیلئے اپنی قیام گاہ سے جلسہ گاہ میں بھیج دیا۔ چند منٹ کے بدلے تقریباً دو گھنٹے تک ان کی بصیرت افروز اور معنی خیز تقریر جاری رہی،

لوگ سنتے رہے، اور منتظمین جلسہ حیرت کرتے رہے کہ ہم لوگ جسکو خادم سمجھ رہے تھے وہ تو اپنے وقت کا ایک بہترین عالم اور بہترین مقرر ہے۔ مولانا الحاج صاحب اپنی تقریر سے فارغ ہوکر حضور مجاہد ملت کے پاس تشریف لائے، دست بوسی کی اور ادب کیساتھ بیٹھ گئے، مجاہد ملت نے فرمایا، مولانا آپکی تقریر تو مجھے بہت زیادہ پسند آئی لیکن آپکو اتنی دیر تک نہیں بولنا چاہئے تھا۔ اپنی بیماری کا بھی خیال رکھنا چاہئے تھا۔ سر جھکا کر جواب دیا، حضور وقت کا مجھے کوئی پتہ نہیں چلا۔ مجاہد ملت مسکرا کر خاموش رہ گئے۔ تیسرے دن کی پہلی نشست جو آٹھ بجے دن سے شروع ہوئی لوگوں نے مجاہد ملت سے عرض کیا کہ آج بھی مولانا الحاج صاحب کو تقریر کی اجازت دیجائے۔

لوگوں کی خواہش وتمنا کے پیش نظر ہدایت دیکر اجازت دیدی گئی، ہدایت یہ تھی کہ مختصر تقریر کرنی ہے۔ مولانا الحاج صاحب نے تقریر دس بجے دن سے شروع کی، اس وقت وہ ایک شعلہ بار مقرر کیطرح گرج رہے تھے، مجاہد ملت اپنے قیامگاہ پر تھے مگر قیامگاہ قریب بھی اور لاوڈ اسپیکر سے آواز صاف صاف آرہی تھی، حضور مجاہد ملت نے حاضرین سے کہا کہ پھر مولانا نے تقریر طویل کردی۔ اسکے بعد مجاہد ملت کا اضطراب بڑھتا گیا۔ لوگوں سے کہا کہ ان کی تقریر بند کرادو۔ ورنہ ان کے منھ سے خون جاری ہوجانے کا اندیشہ ہے کیونکہ وہ بیمار

ہیں، ان کیلئے زیادہ بولنا مناسب نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ ایسی حالت میں انھیں روکا کس طرح جائے؟ جبکہ عوام ہمہ تن گوش ہیں اور وہ بھی بولتے چلے جارہے ہیں۔ مجاہد ملت نے فرمایا ایک کام کرو ایک گلاس دودھ لے کر جاؤ ان کو پینے کیلئے کہو جب وہ پینے لگیں تو ان سے اسی دوران کہدو "اب تقریر ختم کردیجئے" دودھ لیکر جانے والا گیا، مولانا الحاج سے کہا گیا "حضور مجاہد ملت نے بھیجا ہے" یہ سن کر اسے نوش فرمالیا پھر تقریر شروع کردی۔ کہنے والا مجاہد ملت کے اس پیغام کو نہیں پہنچا سکا کہ اب تقریر ختم کردیجئے۔ تقریر بند نہیں ہوئی، بارہ بجنے کو آئے مجاہد ملت کی پریشانی اور بے چینی بڑھتی گئی یہاں تک کہ اپنی قیام گاہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے، جلسہ گاہ میں اسٹیج پر پہنچ گئے۔ نعرۂ تکبیر، نعرۂ رسالت، نعرۂ غوثیت کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ حضور مجاہد ملت زندہ باد کے فلک شگاف نعرے گونج اُٹھے اور مولانا الحاج صاحب کی تقریر اس طرح ختم ہوگئی۔

اسکے بعد حضور مجاہد ملت نے عوام کو خطاب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا کہ الحاج مولانا نعیم اللہ خان صاحب صرف میرے شاگرد ہی نہیں بلکہ فرزند حقیقی کی طرح ہیں، آپکو ایک بیماری ہے، جب تقریر دیر تک کریں گے اور بلند آواز سے کریں گے تو منھ سے خون آجائیگا پھر علاج کی پریشانی اور انکے صحت کیلئے اضطراب میں اضافہ ہوجائیگا ویسے تو انکو تقریر

کرنی ہی نہیں چاہئے لیکن اگر سخت ترین ضرورت واقع ہوتو پندرہ بیس منٹ سے زیادہ نہیں۔ لیکن آج بھی یہ دو گھنٹہ بول گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اپنے حبیب سید المرسلین ﷺ کے صدقہ میں ان کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور مرض مُہلک سے محفوظ رکھے۔ اسکے بعد دعا فرمائی اور لوگ آمین کہتے رہے دعا کے خاتمہ کے بعد تھوڑی سی تقریر کے بعد مجلس کا اختتام باضابطہ سلام مع قیام اور دعا پر فرمایا۔

اس موقعہ پر ایک استاد کے ساتھ شاگرد کی والہانہ محبت، اور شاگرد کیساتھ استاد کی پدرانہ شفقت اور قلبی تعلق کا مظاہرہ سامنے آیا۔ اپنے عہد کا ایک رئیس اعظم انکساری اور تواضع کا مرقع دکھائی دیا، جہاد بالنفس کی بہت سی مثالوں میں سے ایک مثال حضور مجاہد ملت کا مولانا الحاج صاحب کیلئے بے ساختہ قیام گاہ سے تیز رفتاری کیساتھ اسٹیج پر پہنچ جانا بھی ہے۔ اس موقعہ سے حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کا ایک شعر یاد آ گیا

زگردن فراز اں تواضع نکوست — گدا گر تواضع کند خوئے اوست

(تبلیغ سیرت کلکتہ کا مجاہد ملت نمبر)

آل انڈیا تبلیغ سیرت کے قیام کیساتھ ہی مولانا الحاج اسکے ساتھ وابستہ رہے، انکی وابستگی جماعت کی ممبر شپ، عہدیدرانہ کج کلاہی، یا کسی خاص ذمہ داری کی صورت میں نہ رہی، بلکہ اپنے آقا حضور مجاہد ملت کے چشم و ابرو کے

اشاروں کے مطابق ہر وہ کام جوان کی خوشنودی کا سبب ہو کرتے رہتے' جامعہ حبیبیہ میں میٹنگ کے موقعہ پر شرکاء کے لئے فرش بچھانے سے لیکر کھانا کھلانے تک کی خدمت انجام دیتے' اور حضور مجاہد ملت کے اس عظیم منصوبہ کی تکمیل کا خواب اپنی آنکھوں میں سجائے مست و مگن رہتے تھے' چنانچہ حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی اپنے تعزیتی اداریہ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں'' مرحوم کو آل انڈیا تبلیغ سیرت سے بھی ایک قسم کا والہانہ عشق تھا' چنانچہ عمر کے آخری لمحات تک اس کی تڑپ باقی رہی''۔

یہ آل انڈیا تبلیغ سیرت کے سکریٹری خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ کا اعتراف حقیقت ہے۔ تبلیغ سیرت کی خدمات کا دائرہ پھیلتا گیا' ملک گیر پیمانہ پر اسکی کانفرنسیں ہونے لگیں' شاخیں قائم ہونے لگیں' اسکے بعد ۱۹۵۶ء میں جب حضور مجاہد ملت کے خلاف حکومت نے مقدمات چلائے' گرفتاری کی سزا دی' تو تبلیغ سیرت کو آزمائشوں سے گذرنا پڑا' یہ دور کافی طویل تھا اور بہت صبر آزما بھی' تبلیغ سیرت کے ارکان وعہدیداران اقتدار کے تیور دیکھ کر برداشتہ خاطر ہونے لگے' چنانچہ وارثِ قرطاس وقلم مولانا وارث جمال قادری نے اپنی کتاب ''آل انڈیا تبلیغ سیرت۔ ایک تاریخ ایک تحریک'' کے صفحہ ۵۲/۵۱ پر اس صورت حال کا یوں ذکر کرتے ہیں:

''چنانچہ مخصوص افراد جو عام حالاتمیں مجاہد ملت کے دست و بازو تھے ایک ایک کر کے الگ ہوتے ہو گئے' اہم ترین لوگوں میں بس چند ہی

مخلصین تھے جنھوں نے کافی عرصہ تک حضور مجاہد ملت کا ساتھ دیا'
خاص کر حضرت کے مرید و شاگرد رشید' جاگیردار' الحاج مولانا محمد نعیم
اللہ صاحب چھپروی نے اپنی آخری سانس تک حق رفاقت ادا کیا'
مجاہد ملت کی ذات سے ان کا والہانہ لگاؤ عشق کی حد تک تھا' آل انڈیا
تبلیغ سیرت اور حضرت مجاہد ملت کیلئے ان کی قربانیوں کا ایک طویل
ریکارڈ ہے' مجاہد ملت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے جاگیردرانہ
طمطراق اور امیرانہ وضع قطع کو چھوڑ کر آپ نے درویشی کی چادر
اوڑھ لی''۔

الہ آباد کے مشہور و معروف نہایت مقبول و محبوب ہر دلعزیز مقرر و شاعر
ادیب و صوفی عاشق رسول حضرت مولانا شاہ حکیم محمد یونس نظامی وہ اپنے مقالہ
''وہ مجاہد وہ بہادر وہ جواں جاتا رہا'' میں مولانا الحاج کا آنکھوں دیکھا تعارف
یوں کراتے ہیں''۔ مجاہد ملت حضرت مولانا حاجی مفتی مولوی شاہ محمد حبیب الرحمٰن
صاحب قبلہ مدظلہ العالی صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت غالباً ۱۹۳۴ء میں جامعہ نعیمیہ
مراد آباد سے مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں صدر المدرسین کی حیثیت سے طلبہ دین کی
ایک جماعت لیکر تشریف لائے' انھیں میں ایک حسین و جمیل' خوشرو نوجوان' الحاج
نعیم اللہ خان'' بھی تھے صاف ستھرا نفیس لباس' حسن و جمال کا عکاس' ریش و
بروت کا آغاز' ادب و تہذیب سے سرفراز' زبان میں ہلکی ہلکی لکنت' جلد جلد اور تیز
تیز بولنے کی عادت' تذکیر و تانیث اور واحد جمع کی الجھن سے بے نیاز' بس اپنے

مفہوم کو سمجھانے کا ایک خاص انداز، بچپن اور جوانی کی ملی جلی کیفیت، تعلیم و تعلم کیطرف خاص رغبت، جس سے وہ مجاہد ملت کے دوسرے تلامذہ میں ممتاز و جاذب نظر رہے"۔

اسی مقالہ میں اپنے خاص نثر میں شاعری کے اسلوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"مولانا الحاج مرحوم گوناگوں صفات کے حامل تھے، متعلم تھے، معلم تھے، مہتمم تھے، خوددار تھے، بردبار تھے، سپاہی تھے، سپہ سالار تھے، کہیں خورد، کہیں خورداں نواز تھے، ہنس مکھ چہرہ، متواضع و منکسر، ضبط و صبر کا مجسمہ، مصیبتوں سے کھلنے والے، جہاں دوسروں کا پتہ پانی ہو وہاں آن و بہادرانہ شان سے جانے والے، کوہ کو کاہ سمجھنے والے، اخلاص و مروت، دوستی اور محبت، کے پیکر جمیل، زندگی کی آخری سانس تک دین و علم و سنیت، استاد و شاگرد و قوم و ملت کے خادمِ جلیل"۔

مولانا الحاج نے باضابطہ کوئی تحریر یادگار تحریر نہیں چھوڑی، نہ وہ اس میدان کے شناور تھے۔ ایک کتابچہ "نادر تحفہ" جامعہ حبیبیہ مسجد اعظم سے عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر شائع کر کے تقسیم کیا جاتا تھا، اسکی آخری ترتیب و تزئین غالباً حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی نے فرمائی تھی، مگر اس کا بنیادی خاکہ، اور فقہی مسائل کا استخراج مولانا الحاج نے کیا تھا۔ چنانچہ کتاب "خطیب مشرق حیات و خدمات" (از قلم مولانا ناصر انجم مصباحی) میں صفحہ ۱۳۹ میں ہے:

"نادر تحفہ کے نام سے علامہ نے ایک کتابچہ ترتیب دیا تھا،

جسے ناظم جامعہ حبیبیہ نے شائع کیا‘‘۔

اس سے مراد مولانا الحاج ہی ہیں کیونکہ جامعہ کے ناظم اعلیٰ اس وقت وہی تھے۔ نیز جامعہ حبیبیہ کی روداد جو مولانا الحاج کے انتقال سے کچھ ہی دنوں پہلے شائع ہوئی۔ اس میں جامعہ کا تعارف اور خدمات کی رپورٹ بھی مولانا الحاج ہی کے قلم سے ہے۔ مسجد اعظم اور جامعہ حبیبیہ سے متعلق نیز ردوہابیہ کیلئے' پمفلٹ وغیرہ وقتاً فوقتاً ترتیب دیکر شائع کرتے رہتے جو عوام وخواص میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے افسوس کہ ان کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں رہا۔

اس سے یہ شہادت ملتی ہے کہ اگر حالات انہیں اجازت دیتے اور لکھنے پڑھنے کی فرصت میسرآتی تو وہ تصنیف وتالیف بھی کرتے۔

مولانا الحاج گھر میں

یہ ذکر اوپر آچکا ہے کہ مولانا الحاج گھر اور زمینداری کے معاملات میں کوئی خاص دلچسپی نہ رکھتے' ان کے الہٰ آباد میں مقیم ہوجانے کے بعد اور پہلے بھی ان کے بڑے بھائی'' حاجی عظیم اللہ خانصاب' تمام کاروبار سنبھالتے تھے' پھر بھی مولانا الحاج اپنے گھروطن اور رشتہ داروں سے دور نہ ہوئے' ہمیشہ آتے جاتے' شادیوں اور میتوں میں شرکت کرتے' خاندان کے بڑے بوڑھوں سے ملتے' اہل ضرورت کی مدد کرتے' اپنی والدۂ ماجدہ کا تذکرہ نہایت محبت اور نیاز مندی سے کرتے' اس کا مظاہرہ اس وقت ہوا جب انہوں نے الہٰ آباد سے عارضی ترکِ تعلق کے درمیان اپنے گاؤں میں پرانے آبائی مکان کو منہدم کرا کر ایک چھوٹا نیا مکان بنوایا۔ مکان کے باہر ایک

کنواں کھدوایا جسمیں اندر کی دیوار میں ایک فریم نما طاقچہ رکھا، فرمایا کہ اسمیں اماں کا نام لکھوانا ہے مگر بعد کے حالات میں اسکی طرف توجہ نہ ہوسکی۔ ابھی حال ہی میں آپ کے بڑے صاحبزادے علامہ شمیم اشرف ازھری نے مورشیش سے جاکر سنگ مرمر کے خوبصورت پتھر پر اپنی دادی مرحومہ کا نام نقش کرواکر لگوادیا۔ جس سے مولانا الحاج کی دِلی خواہش برآئی۔ یہ کنواں مولانا الحاج کے حسن نیت اور اپنی شفیق ماں کے ایصالِ ثواب کی برکت سے علاقہ میں میٹھے اور خوش ذائقہ پانی کیلئے جانا جاتا ہے۔ سارے محلّہ کے لوگ، ہندو مسلمان مردوعورتیں سبھی وہاں سے پانی لیتے ہیں اور اس کا ثواب مولانا الحاج کی والدہ مرحومہ کو پہنچتا رہتا ہے۔ رب تعالیٰ دونوں کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

آپکے بڑے بھائی حاجی عظیم اللہ صاحب تقسیم ہند سے پہلے ہی پاکستان چلے گئے، وہ علاقہ کے بعض غیر مسلم زمینداروں کی سازشوں اور شرارتوں سے برگشتہ خاطر ہوگئے تھے۔ اکلوتے چھوٹے بھائی مولانا الحاج الٰہ آباد جابسے تھے۔ گھر اور زمینداری کے معاملات سے بالکل لاتعلق رہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ترکِ وطن کا فیصلہ کرلیا اور کراچی پاکستان ہجرت فرماگئے۔

دوسال قبل یہ افسوس ناک خبر موصول ہوئی کہ ۲۰/ ذوالقعدہ م۱۹/ نومبر ۲۰۰۸ء میں ایک سو دوسال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ موصوف نہایت صوفی منش، درویش صفت، بزرگ تھے۔ کراچی میں انکا اپنا کاروبار ہے۔ چار صاحبزادگان اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ سب بحمدہ تعالیٰ اپنے خاندان کیساتھ خوش حال ہیں۔

حاجی عظیم اللہ خانصاحب رحمتہ اللہ علیہ کی اہلیہ اور بڑی صاحبزادی

پہلے ہی وفات پا چکی تھیں۔ موصوف کا سارا خاندان پاکستان ہی میں آباد ہے۔ پوتے،پوتیاں،نواسے،نواسیاں سب بحمدہ تعالیٰ دیندار اور وفادار ہیں۔

مولانا الحاج علیہ الرحمۃ اپنی اولاد کیساتھ نہایت شفیق تھے، بڑے صاحبزادہ علامہ شمیم ازھری نے بتایا کہ مجھے جب بھی خط لکھتے ''لختِ جگر'' سے خطاب فرماتے۔ اپنی کسی بھی ذاتی پریشانی یا بیماری کا پتہ نہ لگنے دیتے۔ اور تعلیم کی طرف یکسوئی کیساتھ لگے رہنے کی تاکید فرماتے۔

پہلی اہلیہ کا انتقال الہٰ آباد میں ہوجانے کے بعد دونوں یتیم بچوں (شمیم اشرف،نسیم اشرف) کو نہایت شفقت ومحبت سے پروان چڑھایا اور دینی تعلیم اور دین کی خدمت کا مزاج بنایا اور نہایت سادہ طریقہ زندگی کی تربیت فرمائی۔

دوسری اہلیہ سے ایک صاحبزادہ کلیم اشرف کمسنی میں ہی وفات پاگئے جو الہٰ آباد ہی میں مدفون ہیں۔ اور انھیں سے ایک بڑی صاحبزادی تقریباً دس سال کی عمر میں ریول گنج، چھپرہ، میں وفات پاگئیں انکی وفات کے وقت مولانا الحاج کٹک میں مصروف خدمت دین تھے۔ باقی دو صاحبزادگان وسیم اشرف اور فہیم اشرف اور تین صاحبزادیاں شفقت خانم، رفعت خانم، فرحت خانم ماشاءاللہ موجود ہیں۔ رب تبارک وتعالیٰ عمر خضر اور شادمانی وکامرانی سے نوازتا رہے۔ آمین

مولانا الحاج کے آخری لمحات

کسی سفر سے واپس آتے ہوئے بارش میں بھیگ گئے۔ اور اُس کی پروا نہ کرتے ہوئے سفر جاری رکھا۔ واپس جامعہ حبیبیہ پہنچے تو تیز بخار سے بیماری کا

آغاز ہوا پھر جوڑوں میں درد رہنے لگا بخار کی شدت میں کمی آئی لیکن اندرونی بخار باقی رہا جس سے کمزوری میں اضافہ ہوتا گیا۔ خوراک کم ہوتی گئی۔ یونانی علاج کرتے رہے جس سے مرض گھٹتا بڑھتا رہا ساتھ ہی مسجد و مدرسہ کے تمام کام اوران کی دوڑ دھوپ جاری رہی۔

احباب و متعلقین جامعہ خصوصاً جناب انجنیر عبدالحمید صدیقی صاحب مرحوم کٹ گھر الہ آباد کے مشورہ سے اس وقت الہ آباد کے مشہور ڈاکٹر گھوش کا علاج شروع کرنے کا فیصلہ کیا تقریباً ایک ماہ تک ان کا علاج جاری رہا۔ وجع المفاصل کی تکلیف میں قدرے کمی آئی۔ مگر اب معدہ میں تکلیف بڑھنے لگی۔ کبھی کبھی بول و براز بند ہو جاتے بخار کا سلسلہ اب بھی نہیں ٹوٹا تھا۔ چلنا پھرنا دشوار ہوتا گیا۔ وطن سے اہل وعیال کو الہ آباد بلوالیا دریا آباد میں چھوٹا سا مکان مسجد کے سامنے کرایہ پر لے لیا دن کا اکثر حصہ جامعہ حبیبہ میں گذارتے شام کو رکشہ سے گھر آتے اسی دوران حسن اتفاق سے مولانا شمیم اشرف کو جامعہ ازھر مصر سے اسکالرشپ ملنے کی خبر آئی تو وہ سب کچھ بھول کر ان کے پاسپورٹ وغیرہ کی تیاری میں لگ گئے بہت خوش تھے کہ بیٹا جامعہ ازھر جائیگا۔ اس جذبہ نے ان کو توانا کر دیا اگر چہ یہ توانائی عارضی تھی مگر کافی وقت اچھا گذر گیا۔ احباب کو خطوط بھیج کر یہ خوشخبری دیتے رہے۔ پاسپورٹ ویزا ٹکٹ سب تیار ہو گیا۔ بالآخر روانگی کا وقت آن پہونچا مولانا شمیم صاحب کا الہ آباد سے بمبئی روانگی کا دن اُن کیلئے بہت سخت تھا۔ رخصت کرنے کیلئے اسٹیشن بھی نہ جا سکے گھر سے ہی دعاؤں آنسوؤں اور نیک تمناؤں کے ساتھ رخصت کر دیا۔ اور پھر وہ بہت نڈھال ہو گئے۔ ساری رات بے چین رہے دوسرے دن محلّہ کے ہی ڈاکٹر آر۔ ڈی۔ کپور کو گھر بلا کر دکھایا

گیا۔ ڈاکٹر کپور سے ان کا پرانا تعلق تھا۔ مسجد اعظم سے قریب ہی کلیانی دیوی پر
ان کا دواخانہ تھا۔ انھوں نے مولانا کے علاج پر خاص توجہ دی گھر آکر دیکھتے
انجکشن لگاتے کچھ ٹیسٹ وغیرہ بھی کروائے اب معدہ میں تکلیف بہت بڑھ گئی تھی
کھانا پینا تقریباً بند ہو گیا تھا کبھی کبھی ناقابل برداشت درد اٹھتا۔ درد کے دوران
بلند آواز سے یا غوث المدد اغثنی یا رسول اللہ کا ورد فرماتے رہتے۔ ایک شب
اچانک لقوہ کا حملہ ہوا۔ جس نے تقریباً انھیں مفلوج بنا دیا۔ بات چیت بھی بند
ہوگئی تقریباً بے جان و بے حرکت جسم بستر سے لگ گیا۔ دریا آباد کے مکان سے
جامعہ کے ایک کمرہ میں جس کے اطراف دیواریں کھینچوالی تھیں قیام فرماتے
تھے۔ صاحب فراش ہو جانے کے بعد احباب، علماء اور متعلقین دور دور سے
عیادت کیلئے آتے جاتے رہے۔ کٹگھر کے رئیس جناب محمد حسن خان صاحب
مرحوم اپنے عزیز ڈاکٹر جوان دنوں الہ آباد میں سول سرجن کے عہدہ پر فائز تھے لیکر
آئے۔ انھوں نے معائنہ کرنے کے بعد الہ آباد میڈیکل کالج داخل کرانے کا
مشورہ دیا۔ دوسرے دن ایمبولنس منگوا کر موتی لال میڈیکل ہاسپٹل میں داخل کر
دیا گیا۔ وہاں اس سے پہلے کہ ڈاکٹر اپنا علاج شروع کرتے قضاء الٰہی آپہونچی
اور اسپتال کے بستر پر ہی آخری سانس لی۔ ۳۱؍ مارچ ۱۹۶۳ء کو ۱۱؍ بجے دن میں
جامعہ حبیبیہ مسجد اعظم سے جنازہ اٹھا اور رام لیلا گراونڈ میں مولانا قاری سید مقبول
حسین صاحب کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ شہر کے تمام علماء، مشائخ،
عوام نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ ہر ایک نہایت افسردہ اور غمزدہ تھا۔ حضرت
شاہ سید عزیز احمد صاحب ابوالعلائی کی خواہش تھی کہ حضرت کی تدفین جامعہ حبیبیہ
کے احاطہ میں ہو جس کے لئے انھوں نے کافی کوشش کی اس وقت کے مسلمان

میسرٔ الحاج چھوٹے میاں سے بھی رابطہ کیا۔مگران کی یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔اور جامعہ کے قریب دریا آباد قبرستان میں تدفین عمل میں آئی جہاں اب اُن کی اولاد نے مقبرہ بنادیا ہے اوراہل محبت کا آنا جانا لگارہتا ہے۔

اس طرح مولانا الحاج کا سفر حیات اپنے استاد حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمۃ کی تمناؤں کی تکمیل میں جامعہ حبیبہ اور مسجد اعظم کی تعمیر اور مکمل ادارہ کے قیام کی شکل میں پورا ہوا۔رب تبارک وتعالیٰ ان کی مرقد پر نور ورحمت کی برسات فرماتا رہے۔اور انھوں نے اپنے خون سے جس ادارہ کو سینچا اسے دین کا قلعہ بنائے رکھے۔

☆☆☆

علمائے عصر کے تعزیتی پیغامات

جو انتقال کے فوراً بعد موصول کئے گئے

الٰہ آباد

مجاہد نوجوان حضرت مولانا الحاج محمد نعیم اللہ خاں قادری چھپراوی المعروف مولٰینا الحاج رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ناظم انجمن مسجد اعظم و جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد۔ ان دیندار۔ وفا شعار۔ جفا کش۔ اپنی دھن کے پختہ، لوگوں میں تھے کہ جن کی اس زمانہ میں تمثیل نہیں۔ مجاہد ملت حضرات مولانا مولوی حاجی صوفی شاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب دھام نگری مدظلہ، صدر آل انڈیا بلیغ سیرت کے شاگرد ہونے کی مثال پیش کردی۔

مسجد اعظم کے سلسلہ میں جمیع قسم کی خدمات انجام دیں۔ مزدور کا کام اینٹ دگارا، دامن پھیلا کر ایک ایک دُوکان پر بطور بھیک چندہ مانگا۔ اپنے لئے نہیں۔ مسجد و مدرسہ کے لئے۔

اپنی ایک زوجہ و بچے کو الٰہ آباد میں دفن کردیا۔ خود جیل چلے گئے۔ دن کو دن۔ رات کو رات نہیں سمجھا۔ اسی کے ساتھ ساتھ خدمت مذہبی بھی انجام دیتے رہے۔ عقائد سنت کی تبلیغ علماء اہل سنت کی تعظیم و خدمت ان کا محبوب مشغلہ تھا۔

الٰہ آباد والوں کے لئے ان کی ذات مغتنمات میں سے تھی۔ وہ اپنی ذات و صفات میں فرد تھے۔ ابھی ان کی عمر ایسی نہ تھی۔ مگر ان کو بیماریوں نے موت کے قریب پہونچادیا۔ کلمہ طیبہ، رسول المدد۔ مسجد اعظم زندہ باد۔ جامعہ حبیبیہ زندہ باد۔

تا آخر دم پڑھتے رہے۔ اور واصل الی اللہ ہو گئے۔ اور ہم لوگوں کو خصوصاً اور جمیع سنیوں کو عموماً داغ مفارقت دے گئے۔ اور اپنی جگہ خالی کر گئے۔ اِنا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

رب کریم بطفیل روف ورحیم اُن کو جوارِ رحمتہ اللعالمین میں مقام اعلیٰ مرحمت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل مرحمت فرمائے۔ آمین

شریک غم۔۔۔ حکیم عزیز احمد حلیمی ابوالعلائی۔ سجادہ نشین

خانقاہ حلمیہ ابوالعلائیہ۔ نائب صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت الہٰ آباد۔

☆

میں صوبہ اڑیسہ سے واپس آرہا تھا۔ دوسرے دن جب فیض آباد پہونچا اخبار سیاست جدید کے ذریعہ استاد محترم حضرت مولانا الحاج علیہ الرحمہ کی وفات کی خبر سے مجھ پر سکتہ سا طاری ہو گیا۔ میرے حاشیہء خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ اتنی جلد ہمارے سروں سے حضرت کا سایہ اُٹھ جائیگا۔ حضرت مرحوم ومغفور کے ہوتے ہوئے کبھی مجھے تنہائی کا احساس نہ ہوا' مرحوم کی شفقتیں میرے ساتھ ایک شفیق باپ کی شفقتوں سے کسی طرح کم نہ تھیں۔ دراصل میری تعلیم و تربیت اور ترقی میں حضرت مرحوم کا پورا ہاتھ تھا اب جبکہ ہم ان کی شفقتوں سے محروم ہو گئے۔ ہماری دعا ہے کہ خدا مجھے ان کی روحانی فیوض و برکات سے مستفید فرمائے۔

عبدالتواب صدیقی

صدر مدرس دارالعلوم اشرفیہ' لوہار منڈی' برہانپور



سارن

عزیز نسیم سلمہٗ دعاہا۔

تمہارا واقعہ غم کا بھرا ہوا ملا۔ مجھے کتنا افسوس ہوا جس کا اظہار نہیں کرسکتا۔ مشیت ایزدی میں چارہ کیا ہے۔ اللہ تم سب کو صبر جمیل عطا کرے۔ تمہارے بچپن سے لے کراب تک کا نقشہ میرے نظروں میں بھی موجود ہے۔ ہمیشہ خدا سے دعا ہے کہ اللہ پاک تمہارے حال پر رحم فرمائے اپنے حبیب کے صدقہ میں۔ اپنی والدہ کو بھی ہم لوگ کا سلام عرض کردو گے اور بچوں کو دعا اور ان کو بھی میرے طرف سے صبر دلا دو گے بھروسہ خدا کا بہت بڑی چیز ہے۔

محمد حسین مدرس مدرسہ حمیدیہ گودنا، ریول گنج سارن



حضرت مولانا الحاج محمد نعیم اللہ خاں صاحب علیہ الرحمہ کی تعزیتی یادگار کے سلسلہ میں ہفتہ وار استقامت ایک مجاہد جلیل نمبر نکال رہا ہے۔ مرحوم کی پوری زندگی صحافتی ذمہ داریوں کے ساتھ منظر عام پر آئے گی مجھے ذاتی طور پر جو واقفیت ہے اس کی بناء پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ مرحوم ایک نہ تھکنے والے مرد مجاہد تھے اور عشق وفا کی ایک تصویر تھے۔ خدمتِ دین کا جذبہ رگ رگ میں بھرا ہوا تھا۔

ہر ضلالت و باطل کے مقابلہ میں صف آرا ہو جانا یہ مرحوم کا ایک وجدانی حال تھا۔ تقریر تحریر میں بے باکی ، ایمانداری اور جانسپاری کی خصوصیات رچی بسی ہوئی تھیں۔ حضرت مجاہد ملت شاہ حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ کے ایام اسیری میں

مرحوم نے ایک سعادتمند شاگرد اور جانباز رضا کار کا کردار ادا کیا تھا۔ خداوند کریم مرحوم کی عزیق رحمت فرمائے اور ہر ولد صالح کو ان کی جانشینی عطا فرمائے۔

ابوالوفا فصیحی

جنرل سکریٹری آل انڈیا جماعت رضائے مصطفٰے

۲۴ر ستمبر ۶۳ء

☆

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

کم وبیش بارہ سال سے میرے اور مولانا الحاج نعیم اللہ خاں صاحب کے تعلقات بہت قوی تھے۔ میں نے انھیں بہت قریب سے دیکھا اور جس نتیجہ تک پہونچا وہ یہ تھا کہ اس دور قحط الرجال میں سنیت کے ایسے جانثار خادم تھے کہ ان کی مثال مشکل سے تلاش کی جاسکتی ہے۔

میں جب زیارت حرمین شریفین کو جاتے ہوئے الٰہ آباد پہونچا طبیعت بہت بیقرار اور مضطرب تھی کہ جامعہ حبیبیہ پہونچ کر ملوں لیکن وقت کی کمی کے سبب جانہ سکا۔ مکہ معظّمہ میں حرم پاک کے ایک الٰہ آبادی ملاقاتی نے جن کا نام مجھے یاد نہیں رہا، زمزم شریف پر مولانا کی رحلت کی خبر دی۔ خبر کے سنتے ہیں مولانا کے جملہ اوصاف، ان کی خدمات، ان کے پرخلوص اور سراپا محبت انداز سب آنکھوں کے سامنے پھرنے لگے۔ مجھے یقین ہے کہ ان کی زندگی کا ہر لمحہ ان کے مقبول اور جنتی ہونے کی دلیل تھا۔ بایں ہمہ زمزم شریف ہی پر باب کعبہ پر نگاہ ڈال کر دل

محزون نے ان کے رفعت درجات کی دعائیں کیں۔رب کریم سے میری دعا ہے کہ مولینا مرحوم کے بچوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔علمائے اہل سنت کو مولانا کی طرح سنت کی خدمت کا ذوق صحیح عطا فرمائے۔اور جامعہ حبیبیہ اور دیگر یادگار کو خاطر خواہ ترقی عطا فرما کر ان کے درجات کی بلندی کا سبب بنائے۔آمین

ان کا ایک مہجور نام لیوا۔۔نعیم الدین دار العلوم نعیمیہ چھپرہ

☆

انجمن اصلاح المسلمین کا تعزیتی پیغام

یہ المناک خبر سن کر کس قدر رنج ہوا کہ انجمن اصلاح المسلمین ریول گنج سارن کے بانی حضرت مولانا الحاج محمد نعیم اللہ خاں صاحب کا الہٰ آباد میں وصال ہوگیا ۔حضرت مولانا مرحوم نے کس قدر جانفشانیوں کے بعد اس انجمن کی داغ بیل رکھی تھی۔اور یہاں کے مردہ مسلمانوں میں اسلام کی وہ بے پناہ محبت اور بے لوث جذبہ دین جگایا تھا کہ اطراف ونواح میں رویل گنج کے مسلمان عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے اور یہاں کے عظیم الشان جلسوں اور جلوسوں نے صوبہ بہار کے لوگوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا کہ آخر وہ کون شخص ہے جس نے اتنے تمام لوگوں کی عنان سنبھال رکھی ہے۔اور آج جب وہ ہم میں نہیں ہیں ان کے کارنامے ان کی خدمات یاد کر کر کے جتنا بھی روئیں کم ہے۔ایسے لوگ دنیا میں بہت کم پیدا ہوتے ہیں۔خدا سے دعا ہے کہ انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ مرحمت فرمائے اور ہمیں صبر واستقلال تا کہ ہم ان کی اس داغ بیل کی زیادہ سے زیادہ

خدمت کر کے دین وملت کی خدمت انجام دے سکیں۔

خوش محمد، انجمن اصلاح المسلمین ریول گنج

☆

اشرفیہ مبارکپور:

دعا، خیر سلام مسنون۔۔۔۔ خط۔آپ کے والد ماجد علیہ الرحمۃ کے انتقال سے بہت صدمہ ہوا۔ استرجعہ لہ ما الطی ولہ ما اھذ وکل شیی باجل منی تلفصبر و تحتسب ۔مولائے کریم حضرت مرحوم کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔آپ کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے۔حضرت مرحوم کی وفات کی خبر پا کر مدرسہ میں قرآن خوانی کرائی تھی۔چہلم کے موقع پر انشاء اللہ المولیٰ التقدیر ضرور قرآن خوانی ہوگی۔

عبدالعزیز از اشرفیہ مبارک پور

۲۹/ ذیقعدہ ۱۳۸۲ھ



کانپور:

مولٰینا الاعز علیکم المولیٰ تعالیٰ دعاء وافر التکثار۔

خط ملا۔مولانا مرحوم سے جو قلبی تعلق تھا۔اس کے پیش نظر مجھے بے حد صدمہ ہے۔بہرحال مولیٰ تعالیٰ مولانا مرحوم پر اپنی رحمتوں اور انوار کی بارش فرمائے۔ اور آپ سب پسماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے۔مولانا کے وصال سے کمر ہمت ٹوٹ گئی۔مولیٰ تعالیٰ ان کو ان کے دینی خدمات کا بہترین صلہ عطا

فرمائے۔ مجھے اپنے غم میں برابر کا شریک کیجئے۔

فقط والدعاء۔۔فقیر محمد محبوب اشرفی عفی عنہ

دارالعلوم اشرفیہ۔احسن المدارس کانپور۔

☆

ناگپور:

مولانا المحترم۔۔زید مجدکم وعلیکم السلام۔۔ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

گرامی نامہ سے حضرت مولانا الحاج نعیم اللہ خاں علیہ الرحمۃ کی وفات کا علم ہوکر بے حد صدمہ ہوا۔ بڑی خوبیوں کے حامل تھے۔حق سبحانہ وتعالیٰ مستحق رحمت وغفران فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل و جزائے جزیل عطا کرے۔ آمین، له ما اخذ وله ما اعطى كل شيئى عنده لا جل مسمىٰ، خبر ملتے ہی جامعہ میں قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا حق تعالیٰ قبول فرمائے۔کام کے لوگ اٹھتے جارہے ہیں۔مولا تعالیٰ فضل وکرم۔آمین والسلام

محمد عبدالرشید عفی عنہ از جامعہ عربیہ ناگپور۔

۲،۷/ذی قعدہ ۸۲ھ

☆

کچھوچھہ شریف

مکرمی ومحترمی زاد لطفکم۔۔۔سلام مسنون۔۔مزاج گرامی

ابھی ایک ہفتہ ہوتا ہے کہ مکان پر آیا آپ کے خط سے مولانا الحاج محمد نعیم اللہ خاں صاحب قادری کے انتقال پر ملال کی خبر معلوم ہوئی۔دلی افسوس

ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مالک ومولیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اپنے دامن رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آپ حضرات کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مرحوم کے حق میں فاتحہ وایصالِ ثواب کیا گیا۔ مالک ومولا قبول فرمائے۔ فقط دعا گو۔

فقیر سید محمد مختار اشرف

سجادہ نشین اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ



جبل پور:

عزیز قلبی مولانا نسیم اشرف صاحب۔۔۔ سلام مسنون۔

عزیز ترین بھائی الحاج کی مفارقت کا غم بے حد ہے مولا تعالیٰ انھیں اعلیٰ علین میں قربتہ خاص نصیب فرمائے اور درجات رفیع عطا فرمائے۔ ہم میں وہ بہت اچھے ان کے پرخلوص کارنامے ہمیشہ احترام کے ساتھ یاد کئے جائیں گے۔ وہ نہایت راسخ العقیدہ صاحب عزم اور ایثار مجاہد تھے۔ الہ آباد میں وہ عظیم ترین نشانیں سنیت اور سرفروش حامل ملت کی حیثیت سے تادیر یاد رہیں گے۔ ان کی جگہ مشکل سے پُر ہو سکے گی۔ خدائے پاک آپ جیسے لائق دفائق ذی علم فرزند کو مرحوم کا صحیح سچا جانشین فرمائے۔ اور اسی طرح ہم مہجور و دل فگار مولانا مرحوم کے ساتھیوں کی کسی قدر تسکین خاطر ہو سکے۔ ایصالِ ثواب کے لئے یہاں جمعہ کو جامع مسجد صدر بازار میں جلسہ تعزیت وفاتحہ خوانی کا اہتمام کروں گا۔ دعا گو

فقیر ربانی وجود القادری غفرلہ

خادم سجادہ عالیہ حضرت شیخ الحدیث باندوی علیہ الرحمۃ

جبل پور، صدر بازار (۸۳/۱۲/۶ھ)

☆

جمشید پور:

عزیز المحترم ــــــــ سلام ورحمت

والد صاحب علیہ الرحمۃ کے رحلت طیبہ سے ایک ایسے مجاہد کی جگہ خالی ہوگئی جس کا پر ہونا بہت مشکل ہے مالک نعیم انھیں اپنے حبیب کے جوارِ رحمت میں ممتاز جگہ عنایت فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل کی نعمتوں سے بہرہ وری دے۔ بستر علالت سے یہ خط لکھ رہا ہوں۔ دل تڑپ کر رہ گیا ہے کہ چہلم کی شریف کی تقریب پر شرکت کی سعادت حاصل نہ کرسکوں گا۔ آپ جیسے خلف الرشید سے یہی توقع ہے کہ ان کی مفارقت کی چوٹ پر تسکین کا مرہم رکھنے کی کوشش کریں گے۔

آپ کا مخلص ارشد القادری

مہتمم جامعہ فیض العلوم جمشید پور



پیلی بھیت:

مولانا المکرّم ذوالمعجز والکرام۔ بعد سلام مسنون وطلب خیر

حضرت مجاہد اسلام وسنیت مولانا الحاج نعیم اللہ خانصاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کے انتقال پر ملال کی خبر غم ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی خدمات دین کی بہترین جزاء عنایت فرمائے۔ اس دور پرفتن میں علماء حقانی کا اس طرح مسلسل سفر آخرت امت مرحومہ کے لئے سخت ترین مصیبت اور آزمائش کا وقت ہے۔ رب کریم ہمارے حال زار پر فضل وکرم فرمائے۔ حضرت مولانا کا اسقدر جلد ہم

سے رخصت ہونا ہم غربائے اہلسنت کا ایک اہم نقصان ہے رب کریم ان کی اولاد میں ان سے افضل خادمانِ دین پیدا فرمائے۔

والسلام ۔۔۔ سنتہ الاسلام مشاہد رضا حشمتی



نانپارہ :

عزیزی مولانا نسیم اشرف صاحب۔

حضرت مولانا الحاج المکرّم والمجاہد الاعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کو مولا تعالےٰ اپنے خاص کرم اور قرب رحمت کی منزل میں بہتر جگہ عطا فرمائے۔ آپ کو صبر جمیل بخشے اور خدمت علوم دینیہ کی توفیق عطا فرمائے۔ والسلام

محمد رجب علی قادری



دہلی ۔۔۔

عزیزی سلمہٗ ربہ ۔۔ السلام علیکم

مولوی نعیم اللہ خانصاحب الحاج رحمتہ اللہ علیہ کی ذات دین کی سچی خدمت گذار تھی۔ کٹک میں بڑی محنت کے ساتھ انہوں نے سنیت پھیلی اسی طرح محنت کر کے ٹاٹا نگر جمشید پور میں سنیت کا علم بلند کیا۔ الہٰ آباد میں مدرسے کا قیام اور مسجد دریا آباد کے سلسلہ میں تقریباً دس برس تک مقدمہ لڑتے رہے۔ ہائی کورٹ تک مقدمہ لڑا اور اسی اثناء میں جیل بھی گئے۔

الحاج کا لقب حضرت صدر الافاضل مرادآبادی رحمتہ اللہ علیہ نے دیا تھا

۔جس زمانہ میں مولانا مرحوم مرادآباد میں پڑھتے تھے مولوی الحاج کی دین کے بارے میں محبت کے ساتھ محنت کرنے کو الہٰ آباد والے عموماً اور ہندوستان والے خصوصاً جانتے تھے وہ اتنی خوبیوں کے مالک تھے کہ میں سب بیان کرنے سے قاصر ہوں ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب اہل سنت کی طرف سے ان کو جزائے خیر دے۔ اور خلد بریں عنایت فرمائے ۔آمین۔

عبدالرب صدر مدرس

مدرسہ نعمانیہ فراش خانہ



ہگلی :

محترمی ومکرمی ۔۔گرامی جناب حضرت علامہ مولانا الحاج علیہ الرحمۃ کے وصال کے خبر سے بہت افسوس ہوا۔ ایک تو یونہی زمانہ قحط الرجال کا ہے۔ علماء مفقود ہوتے جارہے ہیں پھر وہ ایسا عالم جو خلوص وعقیدت کا پیکر ہو۔ ملت اسلامیہ کے لئے اپنے گھر بار اور ساری ضروریات سے مستغنی ہوکر ہمہ تن مصروف خدمت ہو۔ جامعہ حبیبیہ کے در ودیوار یتیم ہوگئے ۔خداوند آپکوان کا صحیح جانشین بنائے اور موصوف کو غریق رحمت فرمائے ۔آمین۔

یعطی بغیر حساب

۱۳ ھ ۸۲

فقیر ضیاء المصطفیٰ قادری۔ ہنگلی بنگال

☆

گونڈا :

پیارے بھائی سلام ورحمت ! ۔۔۔۔۔۔میں نے حضرت مرحوم کی روح پاک کے لئے ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا تھا۔ اور کئی قرآن شریف ختم کرائے، فاتحہ خوانی بھی ہوئی خدا عزوجل اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے ان کے فیوض وبرکات ہم سب پر ہمیشہ دائم قائم رکھے۔فقط

آپ کا بیکل اتساہی۔بلرام پور۔



سلطانپور:

مکرمی سلام مسنون۔۔۔مولانا مرحوم سے جو تعلقات تھے اور ہیں وہ قابل بیان نہیں مجھے بے حد افسوس ہے انشاء اللہ کسی وقت ضرور حاضری دوں گا۔والسلام

اجملؔ سلطانپوری



سلطانپور:

محبّ مخلص۔۔السلام علیکم

بکار مدرسہ ریاست بیہوا ضلع رائے بریلی میں آجکل مقیم ہوں۔کل کی ڈاک میں گرامی نامہ ملا۔پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔دنیائے سنیت کے لئے عموماً اور ہم برادرانِ طریقت کے لئے خصوصاً ایسا صدمہ جانکاہ ہے جس کی تلافی بظاہر ممکن نہیں۔رب کریم اپنے محبوب کے صدقے میں جنت الفردوس میں مقام اعلیٰ

مرحمت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل۔ عزیزی مولوی شمیم اشرف سلمہٗ کو صحیح معنوں میں جانشین بنائے۔ میری طرف سے بچوں کو صبر کی تلقین فرمادیں۔
حضرت سیدی مجاہد ملت قبلہ کے لئے جامعہ کے سلسلہ میں بڑی دقت ہوگی۔ رب کریم از غیب سے اس کا نظام درست فرمائے۔
محمد سلیم (خطیب جامع مسجد و مہتمم مدرسہ جامع عربیہ سلطانپور)

☆

جمشید پور:

مخدوم مکرم۔۔۔ ہدیہ سلام مسنون۔
حضرت علامہ الحاج مولانا نعیم اللہ خان صاحب مرحوم و مغفور کے رحلت سے بڑا صدمہ ہوا۔ دنیائے سنیت کو اس سانحہ سے عظیم صدمہ ہوا۔ آج فیض العلوم کے جملہ اساتذہ وطلبہ نے اپنے رنج و غم کے اظہار میں تعزیتی جلسہ منعقد کیا اور تلاوت قرآن کی گئی۔ خداوند قدوس مرحوم و مغفور کو اپنی جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام سے نوازے۔
دفتر فیض العلوم۔ جمشید پور۔

☆

اعظم گڈھ:

مکرم و معظم۔۔ زید کرمکم۔
حضرت مولانا الحاج صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال سے از حد صدمہ ہوا۔ مولا تعالیٰ مرحوم کو اپنی نوازش سے جنت الفردوس میں مالا مال کرے۔ آمین۔ جملہ اساتذہ وطلبہ جامعہ نے ۴/ اپریل ۱۹۶۳ء کو قرآن خوانی کر کے مولانا مرحوم

کے روح پاک کو ایصالِ ثواب کیا۔ والسلام

محمد نقی اشرفی

ناظم جامعہ عربیہ انوار العلوم جین پور، اعظم گڈھ۔

☆

اعظم گڈھ:

محترم ومکرم ۔۔ حضرت مولانا الحاج کے انتقال پر ملال کی خبر ملی اللہ تعالیٰ انھیں جنت نعیم میں جگہ دے۔ والسلام

فداء المصطفیٰ قادری

منزل گھوسی اعظم گڈھ

☆

چھپرہ:

عزیزم محترم۔۔

حادثہ کی اطلاع سے بہت ہی دُکھ ہوا کہ ہمارے بزرگ محترم حضرت مولانا الحاج نعیم اللہ خانصاحب ناظم جامعہ حبیبیہ الہٰ آباد اس دار فانی سے کوچ فرما کر ہم سبکو داغ مفارقت دے گئے۔ مولا تعالیٰ اپنے حبیب کریم کے صدقہ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ سارے اساتذہ وتلامذہ مولانا کے وصال سے بے حد متاثر ہیں۔ کل دار العلوم میں قرآن خوانی وایصالِ ثواب کیا جائے گا۔

از دفتر دار العلوم نعیمیہ جامع مسجد چھپرا۔



چھپرہ:

عزیزی نسیم اشرف صاحب۔ سلام مسنون ۔۔ لوکل اوقاف کمیٹی ضلع سارن کے اجلاس منعقدہ ۲۸/ اپریل کی ایک تعزیتی تجویز کی نقل ارسالِ خدمت ہے لوکل اوقاف کمیٹی ضلع سارن کے اراکین کو اپنے والد مرحوم کے انتقال پر ملال کا بہت صدمہ ہے۔ لوکل اوقاف کمیٹی دراصل انھیں کے جدو جہد کا نتیجہ ہے۔ نقل تجویز۔۔

لوکل اوقاف کمیٹی سارن۔ حضرت مولانا الحاج نعیم اللہ خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ سابق صدر و لوکل اوقاف کمیٹی موجودہ لوکل اوقاف کمیٹی کا قیام مولانا موصوف ہی کے مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ مولانا موصوف نے اس سلسلہ میں جو زرین اور قابل تقلید خدمات انجام دی ہیں وہ لوکل اوقاف کمیٹی کے قیام کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیں گے۔

سید محمد حسن ۔۔ سکریٹری لوکل اوقاف کمیٹی جامع مسجد چھپرہ

☆

پٹنہ:

مولانا المکرّم زیدحبہ ۔۔۔ آپ کے والد علیہ الرحمۃ کے انتقال پر ملال کی خبر اخبار پاسبان کے ذریعہ ملی پڑھ کر جو صدمہ طاری ہوا وہ اظہر ہے۔ حضرت مولانا کو میں نے بہت قریب سے دیکھا ہے مولانا کی خدمتیں بے لوث اور انتہائی مخلصانہ دین متین کے حق میں جو ہوئی ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ بڑے مخلص و

ہمدرد تھے۔ عامۃ المسلمین کی صلاح وفلاح ہمدردی وبہی خواہی میں حضرت نے اپنی زندگی وقف فرمادی تھی۔ سادگی کے پیکر اور صداقت کے مجسمہ تھے۔ مولانا بہت جفاکش انسان تھے۔ مولانا جیسی شخصیتیں کمیاب ہیں۔

والسلام قیس محمد خاں قادری رزاقی۔ بی اے

(محمڈن اسکول، پٹنہ)



کلکتہ:

مولانا المحترم۔۔ نوازش نامہ آیا پڑھ کر بے حد صدمہ ہوا۔ آخری وقت ملاقات نہ ہونے کا بڑا غم ہے۔ افسوس کے ایک سچا اور ہمدرد ساتھی ہمیشہ کے لئے چھوٹ گیا۔ میں بدنصیب آخری ملاقات نہ کرسکا، چہلم میں شرکت کروں گا۔

عبدالقیوم مہر اسلام شیپ پور، ہوڑہ



فاتح کٹک:

نسیم اشرف صاحب۔۔۔ السلام علیکم

حضرت مولانا مولوی الحاج محمد نعیم اللہ خاں رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کی خبر سن کر بہت ہی رنج وملال ہوا۔ مرحوم نے کٹک کی دنیا میں اہل سنت کا پرچم لہرایا اور اور وہ فاتح کٹک تھے۔ اللہ پاک ان کے مراتب کو بلند فرمائے۔ آج کٹک کی تمام مسجدوں میں اعلان کردیا گیا ہے پورے شہر پر سوگ طاری ہے۔ مولانا مرحوم کی روح پاک کو ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی ہوگی مجاہد ملت شریک

مجلس ہوں گے۔

عبدالمنان خطیب جامع مسجد کٹک، اڑیسہ



بمبئی:

مکرمی ۔۔۔۔۔مولانا موصوف کے انتقال پر ملال کی خبر سے دلی صدمہ پہنچا۔ ہم اراکین انجمن آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا گو ہیں کہ مرحوم کو آغوش رحمت میں جگہ نصیب ہو۔

نیاز مند ایس ایم اختر، صدر انجمن شیدائے مصطفےٰ

الہٰ آباد ٹینک اسٹریٹ، بمبئی



میرٹھ:

برادر عزیز۔۔۔السلام علیکم

معلوم ہوا کہ جناب مولانا الحاج صاحب نوراللہ مرقدہ، کا وصال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مرحوم سے فقیر کو جو لگاؤ تھا اور ان کی جو شفقت تھی اس کا یہ اثر ہوا کہ بے اختیار آنسو نکل آئے اور ان کے بلند مراتب کیلئے دعا مانگنے لگا۔

والسلام آپ کا اپنا۔۔۔فقیر محمود احمد ضیاء رفاقتی۔

مدرسہ اسلامی عربی اندر کوٹ میرٹھ



پورنیہ:

نسیم بھیا۔ سلام مسنون۔۔ماج گرامی۔۔۔

موت اسکی ہے جسکا زمانہ کرے افسوس::یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لئے دارجلنگ کی تفریح کے بعد مدرسہ واپس آرہا تھا کشن گنج میں رسالہ پاسبانِ نظر سے گزرا۔ ناظم صاحب قبلہ کے دنیا سے چلے جانے کی خبر ملی بے اختیار آنسو نکل پڑا۔ افسوس ایسا انسان جو با خلوص دین کی خدمت کر کے دنیا کو دکھلایا اور دنیا والوں کو بتلایا کہ دین کی خدمت کس طرح ہوتی ہے۔

محمود عالم



پاکستان:

لختِ جگر نورِ نظر عزیزم نسیم اشرف سلمہٗ

حالات انتظار و پریشانی میں تمہارا لفافہ موصول ہوا ایک دھچکہ لگا اور دل بیٹھ گیا۔ تاریکی چھا گئی، گھر والوں کو معلوم ہوا کہرام مچ گیا۔ طبیعت پر حیرانی و پریشانی طاری رہی۔ تمہارا خیال چھوٹے ننھے بچوں کا خیال جتنی ہی طبیعت کو ڈھارس دی پریشانی بڑھتی ہی جاتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں کسطرح تمہارے پاس پہونچوں کل سے اب تک یعنی صبح تک یہ ہی حال رہا۔ بعد اشراق درود شریف کے ورد کا ثواب بھیجا صبر ہوا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقہ و طفیل میں عزیزم کو غریق رحمت فرما۔ آمین ثم آمین۔ اپنا خاص فضل و کرم کران کی قبر کو روشن و منور فرما۔

اے رب کریم تو اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقہ و طفیل و تمام اولیائے کرام

کے توسل سے ان تمام بھائی، بہنوں اور ان کی والدہ محترمہ کو صبر جمیل عطا فرما۔
اے باری تعالیٰ تو بطفیل نبی کریم میرے نور نظر لخت جگر نسیم اشرف کو یہ سب کچھ عطا فرما جس کی آج اسے سخت ضرورت ہے۔ قوت عطا کر، طاقت عطا کر فہم و ادراک عطا کر۔ اس کے قدم کو استقلال عطا فرما۔ وہ سب کچھ عطا کر جس سے اس کو اپنے فرائض کو ادا کرنے میں مدد ملے۔ اپنی اطاعت و اپنے حبیب کی رضا جوئی کی توفیق عطا کر۔

۷/ مارچ کے پوسٹ کارڈ کے بعد خیر نہ ملنے سے طبیعت کی پریشانی بڑھتی گئی تھی، ۳۰/ ۳۱ مارچ کو تو میں سارا دن بستر پر پڑا رہا اور اندازہ ہو گیا تھا کہ جوڑا چھوٹ گیا۔ پہلی اپریل سے ایک ہفتہ تو سخت تردد و انتظار میں گزرا۔

عزیزم سلمہ، یہ زندگی چار دن کی ہے سب کو ایک نہ ایک دن جانا ہے۔ اللہ مجھ راقم کو وتمامی تم بھائیوں بہنوں کو خاص کر شمیم اشرف کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

اگر مجید خاں ہوں تو ان کو بھی تسلی دو گے دعا کہو گے۔ اگر برادرم خلیل ہوں تو ان کو بھی بعد سلام کے خط نہ لکھنے کی شکایت کرو ے۔ عزیزم نسیم تم مجھ کو اپنے ساتھ تصور کرو۔ دعائیں لو۔۔۔

فقط دعا گو

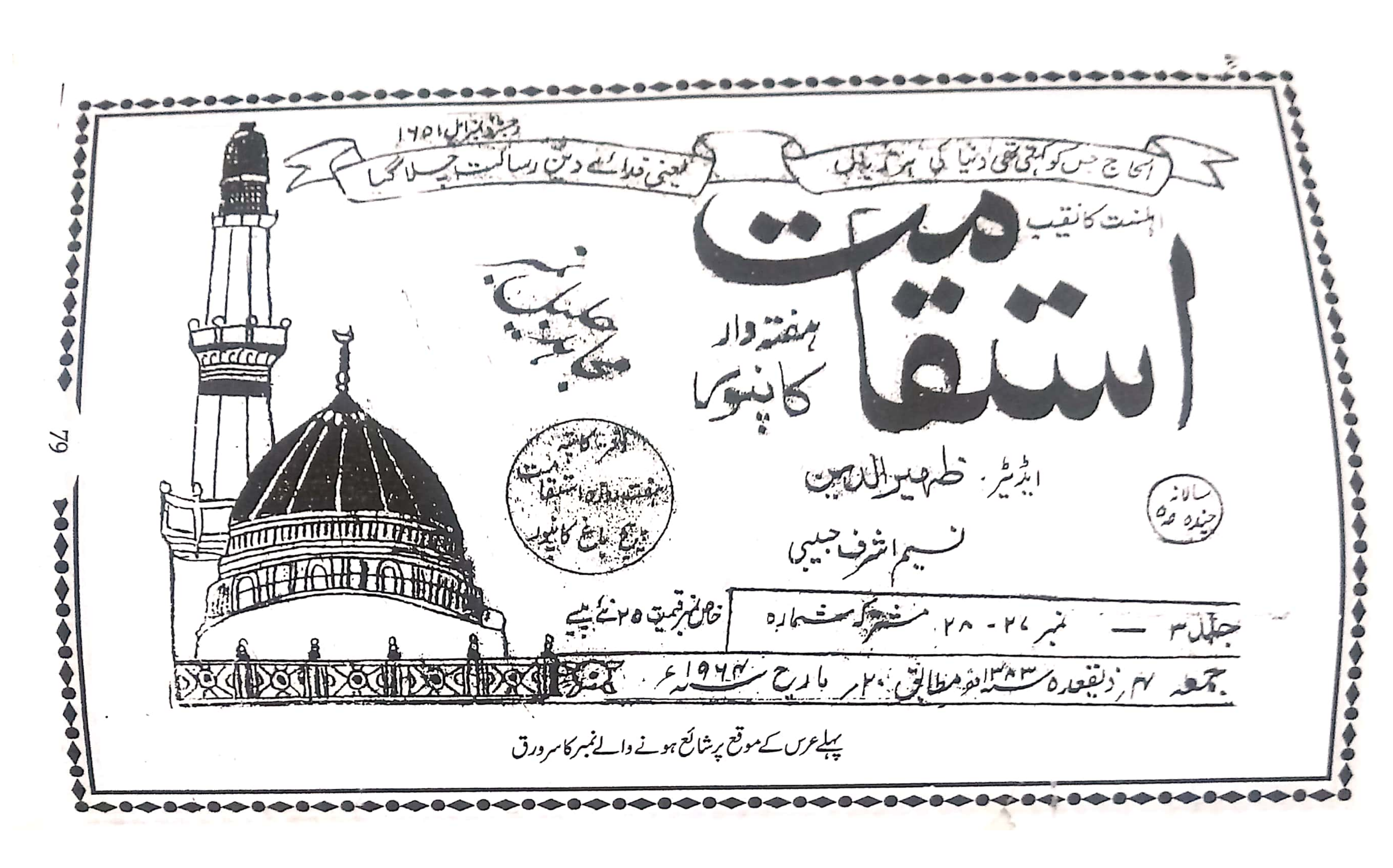
محمد عظیم اللہ، لیاقت آباد۔ کراچی

حرف تشکر

اس کتاب کی ترتیب میں مولانا فتح احمد بستوی مصباحی نے جو تعاون فرمایا اسکے لئے ناچیر انکا ممنون ومشکور رہے گا۔ سفر کے دوران حیدرآباد میں کمپوزنگ کے لئے جناب شاہد اقبال قادری اور جناب الحاج محمد احمد خاں صاحب رضوی نے تعاون فرمایا پھر بنگلور اور بھدراوتی میں جناب نذیر احمد حبیبی صاحب اور جناب محمود حبیبی صاحب نے الہ آباد میں جناب قاری ذوالفقار صاحب اور جناب محمد اسلم صاحب نے کتاب کی طباعت اور سرورق کی تیاری میں تعاون فرمایا رب تعالیٰ ان حضرات کی خدمات کو قبول فرما کر اجر وثواب سے نوازے۔ صاحب تذکرہ حضرت مولانا الحاج علیہ الرحمۃ کے روحانی فیوض و برکات سے مالامال فرمائے قارئین کو استفادہ کی توفیق بخشے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

ابونعمان حبیبی



یعنی فدائے دین رسالت چلا گیا

اہلسنت کا نقیب

استقامت

ہفتہ وار

کانپور

ایڈیٹر ظہیر الدین

نسیم اشرف حبیبی

سالانہ چندہ

ہفت روزہ استقامت

جلد ۳ — نمبر ۲۷ - ۲۸ مشترکہ شمارہ

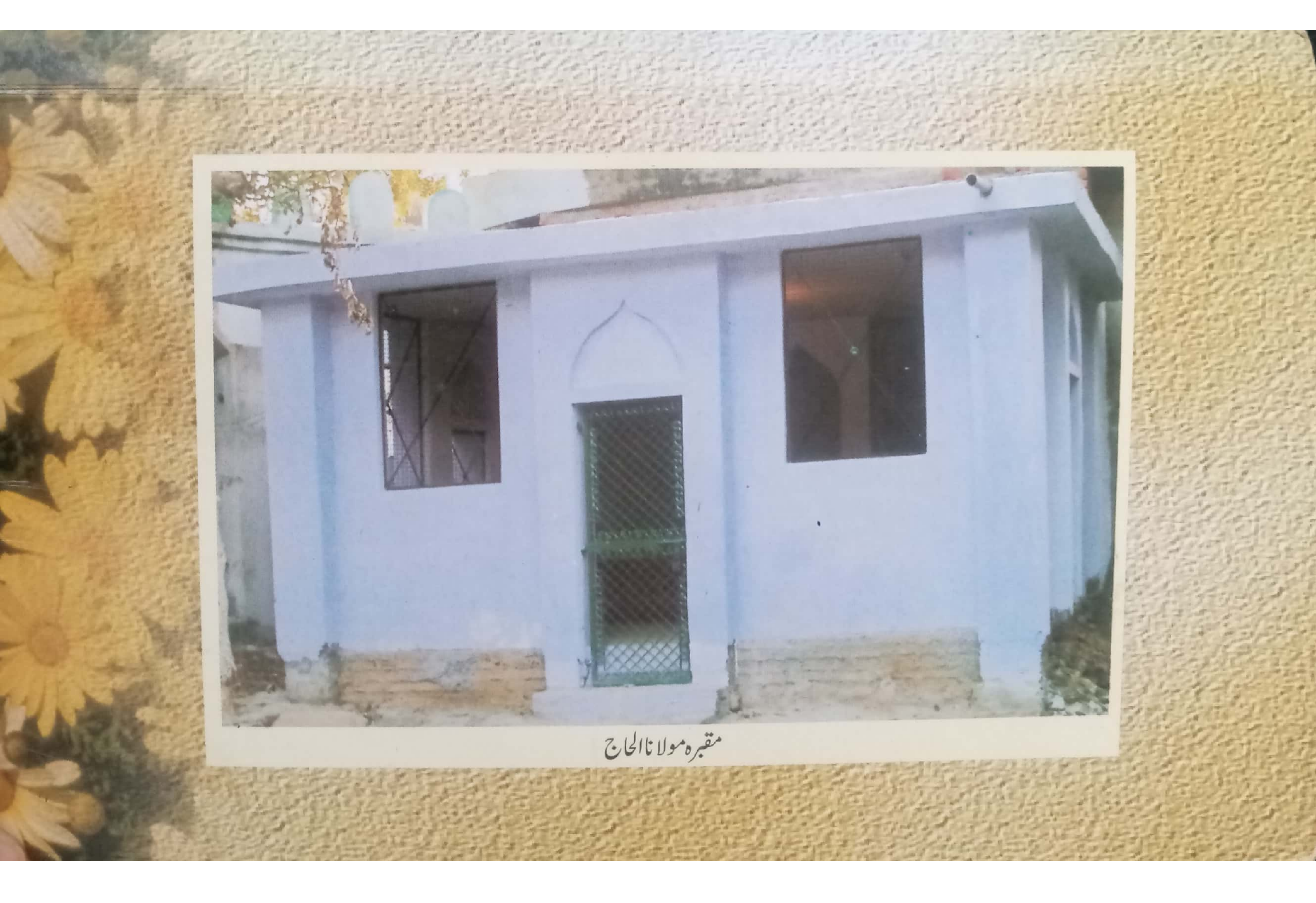
خاص نمبر قیمت ۲۵ نئے پیسے

جمعہ ۴ ذیقعدہ ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۶۴ء

پہلے عرس کے موقع پر شائع ہونے والے نمبر کا سرورق



مزار اقدس الحاج مولانا محمد نعیم اللہ صاحب (الہ آباد)



مقبرہ مولانا الحاج

Scanned with CamScanner